رجسٹرڈ ایل — نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت سالانہ تین روپے

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ⅓ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

جلد (۵) | بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء | نمبر ۱

فہرست مضامین

۱ - شذرات	۱	۷ - مسلمانوں کا عید تہوار	۸
۲ - لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم	۳	۸ - مسلم تہوار عید الضحیٰ کے متعلق ایڈیٹر پال مال گزٹ کی رائے	۹
۳ - ایسٹ ہوم	۴	۹ - قربانی اور تقوے	۱۰
۴ - لندن مسلم نمازگاہ	۵	۱۰ - رسول کا کار منصبی	۱۷
۵ - حضرت خواجہ کے متعلق اخبار نیر ایسٹ کی رائے	۶	۱۱ - ظہور اسلام اور ما بعد	۲۰
۶ - قبول اسلام	۷	۱۲ - دین عیسوی کا مفاد القدائی	۳۲
		۱۳ - اسلام سراسر امن ہے	۴۳

اِسی رسالہ میں ناظرین کرام کسی دوسری جگہ عید الضحےٰ کی مفصل روئداد ملاحظہ فرمائینگے اسکے علاوہ لندن کے دو مشہور و معروف اخبار نویسوں کی رائیں بھی قابل دید ہیں جو انہوں نے اِس اسلامی اجتماع اور حضرت خواجہ صاحب موصوف کے خُطبہ کے متعلق اپنے ۷ اکتوبر ۱۹۱۸ء کے گرامی صحیفوں کی اشاعت میں دی ہیں +

کاغذ کی کمی کی وجہ سے ہمیں پھر اکتوبر اور نومبر کیلئے ایک ہی رسالہ (اسلامک ریویو انگریزی) شائع کرنا پڑا ہے۔ گو حجم کو کم کرنا پڑا ہے۔ لیکن جو مضامین دیئے گئے ہیں وہ ہمارے دو رسالوں کے مضامین کے برابر ہیں۔ یہ اس وجہ سے نہیں کیا گیا کہ کاغذ کی قیمت اس وقت اُس قیمت سے جو جنگ سے پیشتر تھی تین گنا ہو گئی ہے۔ بلکہ کاغذ کے دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ بڑی کفایت شعاری سے ہمنے اِس کاغذ کے ذخیرہ سے سال ۱۹۱۸ء کی ضرورت کو پُورا کیا ہے۔ لیکن ہمارے لندن کے کاغذ کے ایجنٹ نے ہمیں بتلایا ہے کہ سال ۱۹۱۹ء میں حالات بہتر ہونگے ممکن ہے کہ ہمیں اس سے بہتر کاغذ نہ ملے۔ لیکن امید ہے کہ ہماری ضرورت کے مطابق کافی کاغذ مل رہیگا +

ووکنگ کی تازہ ڈاک سے ہمیں یہ پڑھ کر بہت رنج ہُوا کہ حضرت خواجہ صاحب کو علالتِ طبع کی وجہ سے کئی ہفتوں تک طبّی ہدایت کے ماتحت مشن کے کاروبار سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی۔ نماز گاہِ لندن اور دوسری کسی جگہ بھی آپ طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے حصہ نہ لے سکے آپ کی عدم موجودگی میں ہمارے مکرم و معزز برادران جناب عبد الخالق صاحب اسمٰعیل بے۔ جناب احسان البکری صاحب اور جناب مسٹر خواجہ اسمٰعیل صاحب نماز جمعہ کراتے رہے اللہ تعالےٰ اِن احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے +

جن احباب نے حضرت خواجہ صاحب کے فرزند اکبر کی حسرتناک وفات پر ہمیں تعزیت کے خطوط فرداً فرداً ارسال فرمائے ہیں۔ ان سب کا ہم تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اُن کو

اپنی درگاہ سے اس ہمدردی کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

یہ خبر اسلامی دُنیا میں فرحت افزا ہوگی۔ کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اپنے سالانہ جلسہ میں جو مورخہ ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر ۱۹۱۸ء کو لاہور میں منعقد ہوا یہ تجویز باتفاق رائے پاس کی۔ کہ ہندوستان کے اندر اور بیرونی ممالک میں متعدد اسلامی مشن قائم کئے جائیں اس کام کیلئے بیس ہزار روپیہ سالانہ کا تخمینہ کیا گیا ہے۔ جس کو پُورا کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کے ممبروں نے ایک ایک ماہ کی تنخواہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اسی جلسہ میں اِس پاک مقصد کو سرانجام دینے کیلئے ایک اور اہم تجویز کی گئی جسمیں تقریباً پچاس حضرات نے صرف اسلام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کیں۔ ان میں سے خصوصیت کے ساتھ ذیل کے اصحاب کے اسماء گرامی قابل تذکرہ ہیں:-

(۱) حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی۔

(۲) حضرت مولوی غلام حسن صاحب آنریری مجسٹریٹ۔

(۳) جناب صاحبزادہ سیّد عبد الجبار شاہ صاحب سابق بادشاہِ سوات۔

(۴) جناب نواب زادہ محمد سلیم خانصاحب ٹیری۔

(۵) حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے۔ بی ٹی۔

(۶) جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

لندن میں جلسۂ مولود النبی صلعم

سنٹرل اسلامک سوسائٹی کے زیر اہتمام گذشتہ سالوں کی طرح سال ۱۹۱۸ء میں بھی آنحضرت صلعم کا یوم ولادت بڑی دھوم دھام سے منایا گیا۔ یہ سعید تقریب دسمبر ۱۹۱۸ء کی کسی درمیانی تاریخ کو لندن نماز گاہ میں منعقد ہوئی۔ رسالہ دسمبر ۱۹۱۸ء اسلامک ریویو انگریزی مولود نمبر شائع ہوا ہے جسمیں وہ تمام تقاریر و مضامین درج ہیں جو کارکنانِ ووکنگ

و دیگر مشاہیر قوم نے اس مبارک و سعید تقریب کو کامیاب بنانے اور آنحضرت صلعم کی ذات پاک کی افضلیت جتانے کے لئے پڑھے ۔ یہ مضامین موجودہ زمانہ کے عجیب و غریب حالات کو (جنمیں کہ ہم اس وقت تمام کے تمام گذر رہے ہیں) ملحوظ نظر رکھ کر لکھے گئے ہیں ۔ تاکہ مسلم و غیر مسلم قارئین رسالہ اسلامک ریویو کو آنحضرت صلعم کی اس پیشوائی کی خوبی معلوم ہو ۔ جو آپ کے جلیل القدر پیغام میں موجود ہے ۔ اور اس قسم کے دیگر حالات کے اندر آپ کی زندگی میں ہمیں ایک درخشاں نمونہ ملتا ہے ۔ اور آنحضرت صلعم کے عالمگیر پیشوائی کے دعویٰ کو جو وسعت اور معقولیت پر مبنی ہے تمام دنیا کے سامنے ثابت کرنے کیلئے موجودہ وقت سے بڑھکر کوئی اور وقت موزوں نہیں ہو سکتا ہے ؟

ایٹ ہوم

(دعوت چاء وغیرہ)

مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۱۸ء بروز ہفتہ ایک نہایت ہی کامیاب و شاندار ایٹ ہوم (دعوت چاء) منعقد ہوئی ۔ چاء نوشی اور نماز عصر کے بعد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری نے ایک مہتم بالشان لیکچر دیا جسمیں آپ نے بتایا کہ "مذہبی دنیا کے آپس کے اختلافوں سے اتحاد و وحدت کس طرح پیدا ہوتی ہے"۔ سامعین نے معزز مقرر کے لیکچر کو نہایت سکون و اشتیاق اور ہمہ تن گوش ہو کر سنا ۔ لیکچر کے اختتام پر سامعین میں سے بہت سے احباب نے مختلف قسم کے استفسارات فاضل لیکچرار سے کئے ۔ جن کے تسلی بخش جوابات فاضل لیکچرار نے نہایت معقولیت اور خوش اسلوبی سے دئیے ۔

اس کے بعد "دی کوسٹ" کے فاضل ایڈیٹر جناب مسٹر میڈ صاحب نے ایک نہایت ہی فصیح اور مختصر سی تقریر فرمائی جسمیں کہ انھوں نے اس فراخ حوصلگی اور وسیع القلبی کا اظہار کیا ۔ جو انھوں نے حضرت خواجہ صاحب موصوف کے دوران تقریر میں مشاہدہ کی ۔ فاضل ایڈیٹر نے حضرت خواجہ صاحب کی تقریر کی تائید کی ۔ اور اس مبارک دن کے دیکھنے کی دلی خواہش ظاہر کی ۔ جبکہ متذکرہ بالا فراخ حوصلگی اور وسیع القلبی کی روح کل دنیا کے مذاہب کا

خاصہ ہو جائے +

اس کے علاوہ مورخہ ۸ ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء کو بروز ہفتہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو اور اُن کثیر التعداد مسلمین و دیگر احباب کو دعوت دی گئی جو اسلامی کام میں حصہ لیتے رہتے ہیں۔ اور جنہوں نے ان تمام جلسوں میں باقاعدہ طور پر شامل ہونے کا عہد کیا ہوا ہے جو لندن نمازگاہ میں منعقد ہوتے رہتے ہیں نماز اور چاء کے بعد ایک مختصر سی تقریر حضرت خواجہ صاحب نے "میرا بہشت میرا اپنا ہے" کے موضوع پر فرمائی جسمیں آپ نے بتایا کہ اسلام میں بہشت کی اصلیت اور ماہیت کیا ہے۔ تقریر کے اختتام پر سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا

لندن مُسلم نمازگاہ

لندن مسلم نمازگاہ میں اتوار کے لیکچر اور جمعہ کی نماز حسب معمول باقاعدہ جاری ہیں لندن مسلم نمازگاہ میں ہر اتوار کی دوپہر کے بعد لیکچر ہوتے رہے ہیں۔ جن کا پروگرام تاریخوار ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے +

(۱) ۲۱ جولائی سنہ ۱۹۱۸ء حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے "خدا کے ساتھ عاجزی سے چلو" پر لیکچر دیا +

(۲) ۲۸ جولائی سنہ ۱۹۱۸ء جناب مسٹر احسان البکری صاحب نے "نماز" پر لیکچر دیا +

(۳) ۴۔ اگست سنہ ۱۹۱۸ء کو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے "نماز" پر لیکچر دیا جسمیں بتایا۔ کہ نماز پاکیزگی اور طہارت کی جڑ ہے +

(۴) ۱۱۔ اگست سنہ ۱۹۱۸ء کو مسٹر سی سلیمان سلج نے "ترک اعتقاد" پر لیکچر دیا +

(۵) ۱۸۔ اگست سنہ ۱۹۱۸ء کو حضرت خواجہ صاحب نے قرآن کریم کی تعلیمات کی فضیلت پر لیکچر دیا۔ جسمیں معاشرتی قوانین پر روشنی ڈالی +

(۶) ۲۵۔ اگست سنہ ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر احسان البکری نے "زندگی کی جدوجہد" پر لیکچر فرمایا +

(۷) یکم ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء کو حضرت خواجہ صاحب نے قرآن کریم کی تعلیمات کی فوقیت پر لیکچر دیا

اور اخلاقی قوانین پر روشنی ڈالی +

(۸) ۸ ستمبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر سی سلیمان سلج نے "توکل اور اعمال" پر لیکچر فرمایا +

مسلمانان لندن کی سوسائٹی نے ماہ۔ اکتوبر۔ نومبر ۱۹۱۸ء میں مندرجہ ذیل پروگرام پر عملدرآمد کر کے اپنی ہستی کو عوام الناس کیلئے مذہبی رنگ میں نہایت ہی مفید ثابت کیا ہے۔ ان مجمعوں میں سامعین کی تعداد ہمیشہ معقول رہی ہے۔ جن میں مختلف طبقہ کے انگریز نژاد لیڈیاں واخوان شامل ہوتے رہے ہیں۔ اس سوسائٹی نے ماہ اکتوبر نومبر ۱۹۱۸ء میں جلسے منعقد کر کے مندرجہ ذیل لیکچر دیئے +

(۱) ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر ڈڈلے رایٹ صاحب نے "مذہب کے کار منصبی اور اسکی حقیقت" پر لیکچر دیا۔

(۲) ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر لوگرو نے "گیان دھیان" پر لیکچر دیا۔

(۳) ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر ڈڈلے رایٹ نے "آنحضرت صلعم بحیثیت ایک انسان کامل اور آپ کا کار منصبی" پر لیکچر دیا +

(۴) ۳ نومبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر احسان البکری صاحب نے ایک لکچر فرمایا۔

(۵) ۱۰ نومبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر ڈڈلے رایٹ صاحب نے "اسلام" پر لیکچر دیا۔ جسمیں یہ ثابت کیا۔ کہ اسلام میں صرف تقدیر پر ہی دار ومدار نہیں ہے +

(۶) ۱۷ نومبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر ایس۔ ایچ رضا صاحب نے "اسلام اور عیسائیت" پر لیکچر فرمایا +

(۷) ۲۴ نومبر ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر ڈڈلے رائٹ نے لیکچر دیا +

حضرت خواجہ صاحب کی تقریر کے متعلق

لندن کے مشہور و معروف اخبار نیر الیسٹ کی رائے

گذشتہ ہفتہ کو جناب خواجہ کمال الدین صاحب کو مسلم پریئر ہوس (عبادتگاہ مسلمین) واقعہ کمپٹن ہل روڈ میں دعوت دیگئی۔ اور وہاں ایک کثیر تعداد مسلمانان لندن کی خواجہ صاحب

سے ملاقات کرنے کیلئے جمع ہوئی۔ ایک مختصر سے لیکچر میں جو انہوں نے اِس موقعہ پر دیا بیان کیا۔ کہ دُنیا میں ترقی کا قانون یہ ہے کہ ایک جنس سے مختلف قسم کی جنسیں پیدا ہوتی ہیں اور پھر مختلف جنسوں کو ملا کر اتحاد اور وحدت کی صُورت پیدا کی جاتی ہے۔ مثلاً دنیا کے تمدن کی طرف نظر ڈالیں تو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایک سادہ امُور خانہ داری سے جبکہ گھر میں ہر ایک آدمی شکاری کاشتکار۔ جُلاہا۔ درزی وغیرہ کا کام کرتا تھا ایک اعلےٰ درجہ کی مختلف الانواع جمہوریت پیدا ہوگئی جسمیں کہ مختلف قومیں ہی مختلف تجارتیں نہیں کرتیں بلکہ دُنیا کے مختلف حصے خاص صنعت و حرفت میں مشغول ہیں۔ یہ غیر جنسیت رحمت کی صورت اختیار کرتی ہے۔ اگر اسکے مختلف جزء باہم متفق ہوکر کام کریں۔ یہی اصُول اخلاقی اور رُوحانی امور میں عائد ہوسکتا ہے۔ مذہب ایک ہی خدا کی طرف سے آیا اور اسکی مختلف شاخیں ہُوئیں۔ اب سوال حل طلب یہ ہے کہ اس اختلاف کو وحدت میں کس طرح تبدیل کیا جائے۔ عالمگیر مذہب تو کسی خاص جگہ کے ساتھ وابستہ نہیں ہوسکتا۔ اسکی بُنیاد ایسے اصولوں پر ہونی چاہئیے جو سب جگہ اور سب لوگوں پر حاوی ہو اسلام ہی ایسا مذہب ہے۔ کیونکہ اسکے پیروؤں نے ان سب احکام کو قبول کیا جو خدا کی طرف سے اس کے پیغمبروں پر نازل ہوئے بلالحاظ اسکے کہ وہ پیغمبر کب اور کس جگہ پیدا ہُوئے + (از اخبار نیر ایسٹ مورخہ ۷ استمبر ۱۹۱۸ء)

بلادِ غربیہ میں تبلیغ اِسلام

قبولِ اِسلام

گذشتہ دو ماہ میں پانچ مستورات نے اسلام قبول کیا۔ دو تو اڈنبرگ کی رہنے والی ہیں ایک ناٹنگھم۔ ایک مانچسٹر اور ایک لندن کی۔ ان میں سے ایک اڈنبرگ یونیورسٹی کی گریجوایٹ ہے۔ اور اس نے موجودہ زبانوں کا اعلیٰ امتحان بھی پاس کیا ہے +

(از ملک عبد القیوم)

مسلمانوں کا تہوار عید الضحےٰ

مسجد ووکنگ میں تہوار عید الضحیٰ کے متعلق ہمیں پھر قلم اُٹھانے کی خوشی حاصل ہوئی ہے۔ اب یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ یہاں کے مسلمان جو کہ تمام انگلستان میں پھیلے ہوئے ہیں اسلامی تہواروں کے بڑے شوق سے منتظر رہتے ہیں حسب معمول اس موقعہ پر بھی ہر فرقہ اور ہر طبقہ کے لوگ جمع تھے صرف اس لحاظ سے نہیں کہ وہ مسلمان مرد و زن جو کثیر تعداد میں جمع ہوئے مختلف قسم کے کاروبار کرنیوالے تھے۔ اور جن میں ہندوستانی مسلمان افسر جو فرانس سے چند یوم آرام کرنے کے لئے انگلینڈ آئے ہوئے تھے۔ اور ہمارے نومسلم انگریز بھائی کچھ تو سول کے اور کچھ جنگی محکمہ کے اپنی خاکی وردیوں میں اور ایک کثیر تعداد ہندوستانی اور مصری طالبعلموں کی جو انگلستان کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں شامل تھی بلکہ اس خیال سے ہی کہ ایشیا۔ افریقہ اور یورپ کے مختلف طبقوں کے لوگ ایک بھاری مجمع میں سطح اکٹھے ہوئے ہوئے تھے کہ قومیت رسم و رواج اور لباس کے اختلاف کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہ تھی۔ دُنیا کے کسی حصہ میں ایسا مجمع شاید ہی دکھائی دے جسمیں مسلمان اور دیگر مذاہب کے مرد و زن شامل ہوں۔ اس موقعہ پر بڑے بڑے معزز پارسی۔ ہندو اور سکھ صاحبان بھی موجود تھے لندن سے آخری ریل گاڑی میں مسلمانوں کے پہنچنے پر جناب خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد نے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد وعظ میں قربانی کے وسیع الاصل معنوں کے متعلق خطبہ بیان کیا۔ خطبہ کے بعد مجمع میں سے ایک نے تمام حاضرین سے عموماً اور انگریزوں سے انڈیا ڈے فنڈ میں چندہ دینے کیلئے درخواست کی۔ یہ چندہ ان ہندوستانی مجروحیں اور بیماروں کے لئے سامان آرام و آسائش مہیا کرنے کیلئے تھا جو جنگ میں تھے۔ ایکدوسرے کو عید مبارک کہنے کے بعد ساری جماعت نے حسب معمول عید کا کھانا تناول کیا اور نماز ظہر کے بعد چاء نوشی ہوئی۔ اور پھر نماز عصر کے بعد زیادہ حصہ جماعت کا رخصت ہوا چند اصحاب نماز مغرب تک ٹھہرے۔ اور کھانا کھا کر رخصت ہوئے +

ہم اپنی انگریزی بہنوں کے از حد مشکور ہیں جنہوں نے دو دن بڑی محنت سے کام کر کے عید کے دن کو کامیاب بنایا

مسلم تہوار عید الضحیٰ کے متعلّق

لندن کے مشہور و معروف اخبار پالمال گزٹ کی رائے

مسجد ووکنگ میں میں مسلم اجتماع کو دیکھ کر بہت مرعوب ہوا۔ ہندوستان عرب۔ ایران و مصر کے مسلمین اپنے انگلستانی نومسلمین بھائیوں سے ملے۔ ان لوگوں نے اسلامی طرز سے نماز ادا کرتے تھے۔ میں نے دو ٹومیز (گوروں) کو دیکھا جن کی خاکی ٹوپیاں اپنے ہم مذہب بھائیوں کی سُرخ فیض ٹوپی سے نمایاں فرق ظاہر کر رہی تھی۔ خواجہ کمال الدین صاحب جنہوں نے نماز کرائی اور اسکے بعد ایک شاندار خطبہ پڑھا پنجاب یونیورسٹی کے بی اے ایل ایل بی ہیں۔ خواجہ صاحب موصوف انگریزی بولنے میں بڑے فصیح و بلیغ ہیں۔ اور ان کی آواز بھی خاصی بلند ہے + (پالمال گزٹ ۷ ستمبر ۱۹۱۸ء)

مسجد ووکنگ

مسجد ووکنگ میں اتوار کی نماز اور لیکچر حسب معمول مسلسل طور پر ہوتے رہتے ہیں جنمیں حضرت خواجہ صاحب و جناب سید اکبر حسن صاحب۔ اور جناب ملک عبد القیوم صاحب باری باری اس خدمت کو سر انجام دیتے رہتے ہیں +

ماہ اکتوبر و نومبر ۱۹۱۸ء میں مندرجہ ذیل لیکچر مسجد ووکنگ میں جناب ملک عبد القیوم صاحب نے دئے۔

(۱) ۶۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو جنگ پر لیکچر دیا۔ اور اسمیں اسلامی نقطۂ خیال سے روشنی ڈالی۔ اور جنگیوں کے حقوق بتلائے +

(۲) ۱۳۔ اکتوبر کو بھی جنگ پر لیکچر دیا۔ اسمیں جنگیوں کے فرائض بتلائے +

(۳) ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء اسلام میں فتح و نصرت کے مفہوم کو بیان کیا +

(۴) ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو "حضرت محمد صلعم فاتح" پر لیکچر دیا +

(۵) ۳ نومبر ۱۹۱۸ء کو زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے شعبہ میں اسلام کی حیثیت و ضرورت پر لیکچر دیا +

قربانی اور تقویٰ

ترجمہ خطبہ عید الضحیٰ (عید قربان) جو جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے مسجد ووکنگ میں ۱۶ ستمبر ۱۹۱۸ء کو پڑھا

ولکل امۃٍ جعلنا منسکاً لیذکروا اسم اللہ علیٰ ما رزقھم من بھیمۃ الانعام فالٰھکم الٰہ واحد فلہ اسلموا وبشر المخبتین ۝ الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم والصٰبرین علیٰ ما اصابھم والمقیمی الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون ۝ والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ لکم فیھا خیرٌ فاذکروا اسم اللہ علیھا صواف فاذا وجبت جنوبھا فکلوا منھا واطعموا القانع والمعتر کذٰلک سخرنٰھا لکم لعلکم تشکرون ۝ لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولٰکن ینالہ التقویٰ منکم کذٰلک سخرھا لکم لتکبروا اللہ علیٰ ما ھدٰکم وبشر المحسنین ۝ ان اللہ یدٰفع عن الذین اٰمنوا ان اللہ لا یحب کل خوان کفورٍ ۝ سورۃ الحج آیت ۳۴ سے ۳۸ ۔

(ترجمہ) اور ہر ایک اُمت کیلئے ہم نے قربانی قرار دی تھی۔ تاکہ خدا نے جو ان کو مویشی چار پائے دے رکھے ہیں (قربانی کرتے وقت) ان پر خدا کا نام لیں سو (لوگو) تم سب کا خدا (وہی) خدائے واحد ہے تو اس کے فرمانبردار رہو۔ اور (اے پیغمبر) عاجزی کرنیوالے بندوں کو (جنت کی) خوشخبری سُنا دو (جو) ایسے (نیک ہیں) کہ جب خدا کا نام لیا جاتا ہے۔ انکے دل لرز اُٹھتے ہیں۔ اور جب مصیبت اُن پر آپڑے اُس پر صبر کرتے اور نمازیں پڑھتے اور جو ہم نے انکو دے رکھا ہے اسمیں سے (راہِ خدا میں) خرچ کرتے ہیں۔ اور (مسلمانو) ہم نے تمہارے لئے قُربانی کے اونٹوں کو (بھی) اور (قابل ادب) چیزوں میں قرار دیا ہے۔ جو خدا کے ساتھ نامزد کیجاتی ہیں۔ ان میں تمہارے لئے (چند در چند) فائدے ہیں۔ تو (ان فائدوں کے شکریہ میں خدا کے نام قربانی کرتے وقت) ان کو کھڑا رکھ کر (ذبح کرو اور ذبح کرتے وقت) ان پر خدا کا نام لو۔ پھر جب وہ کسی پہلو پر گر پڑیں (اور

ٹھنڈے ہو جائیں) تو ان میں سے (آپ بھی) کھاؤ۔ اور قناعت پیشہ اور گدائی پیشہ (ہر طرح کے محتاجوں) کو کھلاؤ۔ ہم نے یوں ان (جانوروں کو) کو تمہارے بس میں کر دیا ہے۔ تاکہ تم (ہمارا) شکر کرو۔ خدا تک نہ تو ان کے گوشت ہی پہنچتے ہیں۔ اور نہ ان کے خون بلکہ اس تک تمہاری پرہیزگاری (اور فرمانبرداری) پہنچتی ہے۔ خدا نے ان کو یوں تمہارے بس میں کر دیا ہے۔ تاکہ اس نے جو (احکام حج تعلیم کرکے) تم کو (دین کا) رستہ دکھا دیا ہے۔ تو (اس کے) اس (احسان) کے بدلے میں اسکی بڑائیاں کرو۔ اور اے پیغمبر خلوص دل سے نیک کام کرنے والوں کو (جنت کی) خوشخبری سُنا دو۔ خدا مسلمانوں (کے دشمنوں کو ان) سے ہٹاتا رہتا ہے بیشک اللہ کسی دغاباز ناشکر کو پسند نہیں کرتا +

آج ہم یہاں قربانی کا تہوار منانے کیلئے جمع ہوئے ہیں۔ یہ رسم ہر ایک قوم کے نزدیک متبرک ہے۔ اور ہر جگہ مذہب اور روایات اسے مقدس ٹھیراتا ہے۔ آج سے چار سال پیشتر میں اسی دن اس مشہور پہاڑی پر جو کہ مکہ معظمہ سے قریباً چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس غرض کیلئے گیا۔ کہ خدا کے اِس صادق عاشق یعنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار کی زیارت کروں جو کہ قوموں کے باپ ہیں جو اپنے لڑکے حضرت اسمعیل کو قریباً پانچہزار سال آج سے پہلے اس مقام پر قربان کرنے کے لئے لائے۔ تاکہ اس دلکو جو دنیاوی محبت کی وجہ سے اُن کی خدا کی محبت کے درمیان حائل ہوسکتی ہے دُور کر دیں سچی محبت کے کیا معنے ہیں؟ دل وجان سے اس چیز میں محو ہو جانا جس کی ہم عبادت کرتے ہیں سچی محبت ایک سے زیادہ میں تقسیم نہیں ہوسکتی۔ اور نہ سچا دل ہر ایک کا عبادتگاہ بن سکتا ہے۔ محبت کا تقاضا ہے کہ ہر ایک کو جس کی ہم قدر کرتے ہیں یا جس کا ہمیں خیال ہے قربان کر دیں۔ ہماری زندگی ہی ہمارے خیال میں سب سے زیادہ قیمتی ہے۔ اور سب سے زیادہ اسکی حفاظت کی جاتی ہے۔ اس سے زیادہ عمدہ چیز ہم محبت کے مذبح پر قربان نہیں کرسکتے ہیں۔ پس یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ خدا کے صادق عاشق کو جب اِس معشوق کے مذبح کیلئے کوئی مناسب تحفہ باقی نہ ملے تو وہ

اپنی زندگی قربانی کی صورت میں پیش کر دیں۔ اسی وجہ سے انسانی قربانی کا رواج گذشتہ زمانہ میں ہوا لیکن تم اپنے لڑکے کو اپنی جان سے زیادہ عزیز خیال کرتے ہو۔ کیونکہ بڑھاپے میں وہ تمہارے لئے عصا کا کام دیتا ہے۔ اور تمہاری وفات کے بعد تمہارا نام زندہ رکھنے والا ہے۔ ہم اپنے بچوں سے فائدہ کیلئے کیا کچھ نہیں کرتے۔ باوجود ان باتوں کے حضرت ابراہیمؑ اپنے بڑے لڑکے حضرت اسمٰعیلؑ کو عشق و محبّت کے مذبح پر قربان کرنے کیلئے لاتے ہیں۔ انہوں نے گوارا نہ فرمایا کہ انکی اور ان کے معشوق کے درمیان وہ چیز حائل رہے جو اُن کی نظر میں بے بہا تھی۔ لیکن اپنے لڑکے کو ذبح کرنے سے پیشتر انہیں اس محبت کو اور اُن خیالات و تمام جذبات کو بھی ذبح کرنا تھا جو انسان کے دل کو اپنی اولاد سے جکڑ دیتی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ضرور ان تمام رشتوں کو مذبح پر آنے سے پیشتر کاٹ دیا ہوگا۔ انہوں نے پدرانہ محبت کو ذبح کر دیا۔ ان کے دل سے وہ تمام باتیں نکل گئیں جن کی وجہ سے وہ پیارے بچہ کو محبّت کرتے تھے۔ اور وہ دل صرف خدا کا ہو گیا۔ دل کے اِس قسم کی کیفیت کے ساتھ وہ قوموں کے باپ خدا کے حضور اپنی قربانی لایا حضرت ابراہیم کا امتحان کیا گیا۔ اور وہ اسمیں کامل اُترے۔ وہ خدا کی عبادت کے اعلےٰ ترین مقام پر پہنچے۔ اور رُوحانیت کے تمام مدارج میں سے ہو کر گذرے۔ تو پھر کیا یہ ضروری تھا کہ وہ قربانی جو وہ کرنا چاہتے تھے ضروری کیجاتی۔ میں کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں اس قربانی کا مُدّعا تو پورا ہو چکا۔ کیونکہ تمام خواہشیں اور جذبات تو فنا ہو چکے عشق فتحمند ہُوا۔ تمام خواہشیں اور جذبے قتل کئے گئے۔ اور رُوح تمام دُنیاوی رغبتوں سے پاک کیا گیا۔ اس صُورت میں جان قربان کرنے کی ضرورت نظر نہیں آتی۔ اس کے خدا نے الہام کیا۔ اور انسانی قربانی کی جگہ حیوان کی قربانی مقرر کی گئی۔

رسم قربانی کا تنزّل

لیکن قربانی کی اِس پاک رسم کو جہالت اور خوش اعتقادی کی وجہ سے بگاڑ دیا گیا ہے۔ اس رسم سے جو رُوح پیدا کرنے کی غرض تھی اس کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ توہمات نے عجیب طرح کے خیالات سے اسے ملبوس کر دیا۔ اس سے تو دینداری اور صفائی کی رُوح پیدا کرنا تھا لیکن

اب اسے بدی اور گناہ کا کفارہ خیال کیا جاتا ہے۔ اور ان مقدس انسانوں کو جنہوں نے راستی کیلئے قربان ہو کر اپنے خدا کے ساتھ محبت کا اظہار کیا خدا بنایا گیا۔ اور اُن کی موت کو کفارہ خیال کیا گیا۔

اب سوال ہو سکتا ہے کہ آیا خون اور جان کُشی سے خدا جو کہ رحیم اور رحمٰن ہے حقیقت میں خوش ہوتا ہے۔ اور کیا وہ بخارات جن میں حیوان کے خون کے ذرات ملے ہوئے ہوں اس خدا کے نتھنوں میں خوشبو کا کام دیتے ہیں۔ جو کہ برکات سخاوت اور رحم دلی کا سرچشمہ ہے لیکن بدقسمتی سے جہالت اور خوف۔ زود اعتقادی اور بزدلی نے اس پُر معنی رسم قربانی کو ایسی باتوں کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ سوائے خون اور قربانی کے ناراض شدہ خدا خوش نہیں ہوتا۔ خدا کا غصہ خونریزی ہی سے فرو ہو سکتا ہے۔ اس امر کا خیال نہیں کیا جاتا۔ کہ خدا کو ہمنے اپنے گناہوں سے ناراض کیا ہے۔ اور اُس کے غضب کو اپنی بے انصافی اور بدکرداری سے بھڑکایا ہے۔ کیا ہم پر اس کا حکم سزا اس گناہ کی وجہ سے جاری نہیں ہوا جیسے بعض موروثی خیال کرتے ہیں۔ اب خدا کو جو ہمارے گناہوں کی وجہ سے ناراض ہوا ہے کیسے خوش کریں۔ انسان تو یوں استدلال کرتا ہے کہ یا تو ہمیں سزا ملے۔ یا ہم قربانی کریں اور یا کوئی چیز یا انسان ہمارے لئے کفارہ ہو۔ اور اس طرح اس پاک رسم قربانی کو اس نے بگاڑ دیا ہے۔ وقتاً فوقتاً ایک انسان کی شرارتوں کے کفارہ کے لئے مینڈھا۔ بکرا۔ کبوتر اور دیگر طیور کو اس مذبح پر جو خدا کے لئے تیار کیا ہو ذبح کر دیا گیا لیکن کسی قوم کی اس شرارت اور ظلم کے لئے کفارہ دیا جائے جو بعض اوقات قوم کی بھاری تباہی کا موجب ہو۔ اس سے بچنے کیلئے کسی بڑی قربانی کی ضرورت ہے اور اس طرح ہندوستان میں زمانہ قدیم میں اسوا میدا یعنے گھوڑے کی قربانی کا رواج ہوا۔ اور آج ہم بنگالہ میں کالی دیوی کے مذبح پر سینکڑوں بھینسوں کو ذبح ہوتے دیکھتے ہیں۔ بس اگر یہ طریق استدلال صحیح ہے۔ اور اگر ہمارا خدا قدوس جو آسمانوں پر ہے ایسا سخت دل ہے۔ کہ وہ بغیر معاوضہ لئے رحم اور مہربانی نہیں کرتا۔ اور معاوضہ بھی بہت بھاری خون کی شکل میں مانگتا ہے۔ تو پھر سینٹ پال کی نیم پیغمبرانہ منطق

خوش کُن معلوم ہو گی۔ اگر ایک قوم کی شرارت کا کفارہ گھوڑا ہو سکتا ہے۔ یعنے ایسا جانور جو سب جانوروں سے شریف ترین اس وقت ہندوستان میں خیال کیا جاتا تھا۔ تو تمام نسل انسانی کا بوجھ دُور نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ گھوڑے سے زیادہ شریف چیز کو قُربان نہ کیا جائے۔ یعنے خود انسان کو۔ مگر یہ عجیب منطق سینٹ پال کے دماغ میں سب سے پہلے پیدا نہیں ہوئی۔ ایک بے ضرر نحیف انسان کو جو گلیل کا رہنے والا تھا مقام کالوری میں صلیب پر چڑھانے سے بیشتر بھی گاہ بگاہ انسانی گناہوں کیلئے بہت سی قربانیاں دی جا چکی تھیں۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہودیوں۔ یونانیوں اور مصریوں کے نزدیک یہ نیا مذہب ان کے اپنے پُرانے قصوں کو گویا دُہرانا تھا +

لیکن خدا کی نسبت ایسا خیال ایک سخت غلطی ہے۔ آپ کا اس انسان کی نسبت کیا خیال ہو گا جو سوائے معاوضہ قبول کئے معافی نہیں دیتا۔ اور جس کے نزدیک دوسرے لوگوں کی غلطیوں کی سوائے خون اور قتل کے اور کسی قسم کی سزا نہیں۔ اور جس کی رضا جوئی سوائے خون بہانے کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیا ایسا شخص ایک وحشی حیوان نہیں؟ اگر آپ کا یہ فیصلہ اسکی نسبت درست ہے تو پھر آپ اپنے خدا کی نسبت کیا خیال کرینگے۔ کیا تمام قوموں اور تمام ممالک میں لفظ خدا یا دیگر زبانوں میں اس لفظ کے ہم معنے لفظ عظمت اور نیکی تمامہ کا لُبِ لباب نہیں۔ آپ خدا کو اپنا باپ جو آسمانوں میں ہے کہہ کر پکارتے ہیں تو کیا اس قسم کا اعتقاد اس باپ کے متعلق خیال میں عزت پیدا کرتا ہے۔ باپ کی طرف تو محبت۔ اُلفت۔ اور نرم دلی کو منسوب کیا جاتا ہے۔ آپ اس باپ کے متعلق کیا رائے قائم کرینگے۔ جس کی غیروں کے ساتھ محبت کا اظہار خون کے قطروں میں ہوتا ہے میرے بھائیو اس قسم کے اعتقادات سے آپ خدا کو ناراض کر رہے ہیں۔ خدا کی نسبت صحیح خیال پر یہ ایک قسم کی زد ہے۔ خون کے ذریعہ گناہ کا کفارہ دُنیا کے کسی مذہب میں نہ ہوا اور نہ جائز رکھا گیا۔ یہ خدا کی خوشی کا موجب نہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن شریف قربانیوں کی اجازت دیتا ہے لیکن ساتھ ہی جب قربانیوں کے متعلق آیات بالا میں ذکر کرتا ہے تو یہ فرماتا ہے کہ خدا تک نہ تو ان کے گوشت ہی پہنچتے ہیں اور نہ انکے خون بلکہ اس تک تمہاری پرہیز گاری ہی پہنچتی ہے +

تمام مغالطہ خون اور قتل کو تقویٰ کی غرض کے ساتھ مخلوط کرنے سے پیدا ہؤا ہے۔ اور اس سے اسلئے ایک بُری قسم کی آئین پیدا ہو گئی ہے۔ آئین بنانیوالا حکم دیتا ہے کہ فلاں فلاں موقعہ پر حیوان ذبح کرو اور اس سے تمہیں نیکی و تقویٰ کا سارٹیفکیٹ ملجائیگا۔ اور تمہیں تمہارے تمام بُرے افعال کے نتائج سے مخلصی حاصل ہو جائیگی۔ کیا یہ خیالات کی قابل افسوس پستی نہیں۔ اور کیا یہ ایک عظیم الشان خیال کی طرف سے پست اور مسخر انگیز خیال کی طرف قابل نفرت تنزل نہیں۔ وہ قربانی جس کی غرض و غایت بے نفسی کے خیالات پیدا کرنا۔ خدا کی رضا کے آگے جُھک جانا اور احکام الٰہی کو پورا کر کے کامل تقویٰ حاصل کرنا تھا اس طریق سے گناہ کرنے کے لئے ایک طرح کا انعام اور بدمعاشی کے لئے ایک پروانہ راہداری کا کام دینے لگی +

پیشتر اس کے کہ میں کچھ اسکے متعلق بیان کروں کہ قرآن کس طرح سکھلاتا ہے کہ قربانی اور تقویٰ کا باہمی تعلق ایسا ہے جیسا کہ اسباب اور نتائج کا میں چاہتا ہوں کہ اس نکتہ چینی کا جواب مختصراً دوں جو اس رسم قربانی پر وہ لوگ کرتے ہیں جو ہمدردان اسلام کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا حیوانوں پر ظلم کرنا بدی نہیں۔ اور کیا کسی چیز کا ضائع کرنا خلاف راستی اور تقوےٰ نہیں۔ اور کیا قربانی کا یہ تہوار آج اسلامی دنیا میں ہزارہا حیوانوں کے ذبح ہونے کا باعث ہوگا۔ اس سے کسقدر خوفناک فضولخرچی اور تباہی اور کسقدر ظلم جانوروں پر ہے۔ یہ منطق تو واقعی فریفتہ کن ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اسبارے میں اُمور تنقیح طلب پر اچھی طرح غور نہیں کی گئی اور ٹھیک طور پر نہیں نکالے گئے۔ ظلم و رحم۔ خونریزی اور نرم دلی وغیرہ وغیرہ الفاظ صرف ذہنی اختراعات ہی نہیں۔ تبدیلئے حالات سے ان کے معنوں پر اثر پڑتا ہے۔ اغراض و مدعا اور نتائج کے لحاظ سے ہمارے تمام کام قابل تحسین یا قابل مذمت ٹھیرائے جاتے ہیں۔ اسبارے میں اس سوال پر گوشت خور اور سبزی خور فرقوں میں بحث ہے۔ اگر اصول حفظان صحت اور علم موجودات جو کہ حال ہی میں سائنسدانوں نے دریافت کئے ہیں گوشت خوری کو تمہارے جسم کی ساخت کیلئے اور جسمانی اعضا کے درست طور پر کام دینے کیلئے آب و ہوا کے حالات کو مدنظر رکھ کر ضروری قرار دیتے ہیں۔ اور اگر آپ ہر روز مختلف قسم کے گوشت پکاتے ہیں تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ذبح کرنے کے معاملہ میں آپ کیوں اسقدر زود حِس ہو جاتے ہیں۔ کیا آپ اس تمام خونریزی کے ذمہ وار نہیں۔ آپ کا قصاب گویا قاتل ہے۔ اور اسے آپنے ملازم رکھا ہے وہ ایک تنخواہ دار سفاک ہے اور آپ اس کے آقا ہیں +

اپنے آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالیں۔ اگر آپ جناب بُدھ کی سی زندگی کو اختیار نہیں کر سکتے۔ گو اس زندگی کو معدودے چند ہی نے اختیار کیا ہو لیکن عام طور پر انسانوں کیلئے یہ مفید ثابت نہیں ہؤا۔ تو آپ کا فعل آپکے خیالات کے مطابق نہیں۔ اور اگر آپ گوشت کو عمدہ غذا اور لطیف اور ضروری قسم کی خوراک خیال کرتے ہیں تو

تو کیا آپ اسمیں سے اپنے پڑوسی غریب کو حصہ نہ دینگے - مجھے تو آپکے فیاض طبع ہونے پر یقین ہے لیکن کیا آپنے سوسائٹی کے غریب اور محتاج لوگونکو اسمیں سے تھوڑا سا حصہ دینے کا انتظام کیا ہے جس کا آپ رات دن مزا اُڑا رہے ہیں - اور اگر آپنے غریبونکو بھلا دیا ہے تو چاہئیے کہ مذہب آپ کو اپنے فرائض یاد دلانے کیلئے موجود ہو ہمیں اسلئے قربانی کا تہوار منانا چاہئیے - اور جسقدر جانور ہماری خوراک کیلئے روزانہ ذبح کئے جاتے ہیں انکی تعداد میں چند ایک ہزار کا اضافہ کر دیا جائے آپنے تو اپنے فائدہ کی خاطر جانورونکو مارنے کے فعل کو جائز رکھا ہے - تو آپ پھر دوسروں کے نقصان کیلئے کیوں نئے طرز کے اخلاق کا وعظ کرتے ہیں - اب تو سوال صرف تعداد اور قسم قربانی کا باقی رہگیا ہے - اور اس کا فائدہ غریب اور نادار لوگوں کو پہنچتا ہے - جیسا کہ کتاب اللہ میں آیا ہے - فاذکروا اسم اللہ علیھا صواف فاذا وجبت جنوبھا فکلوا منھا واطعموا القانع والمعتر - **ترجمہ** - ان کو کھڑا رکھکر ان پر خدا کا نام لو پھر جب وہ کسی پہلو گر پڑیں تو ان میں سے کھاؤ اور قناعت پیشہ اور گدائی پیشہ کو بھی کھلاؤ -

کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ غربا اور مساکین کی ضروریات کا خیال رکھنا فضولخرچی ہے - اور کیا یہ ناخدا ترسی ہے کہ آپ کی جیب میں سے کچھ رقم اس غرض کیلئے نکال لیجائے - کہ سال میں ایک یا دو دفعہ محتاج لوگ اس قسم کی مزیدار خوراک کھالیں جس کا لطف آپ رات دن اُڑاتے ہیں +

اب بھاری سوال حیوانی زندگی کو تکلیف دینے اور اس پر ظلم کرنے کا سامنے آتا ہے - اس سے تو کوئی بھی انکار نہیں کرتا - کہ جانورونکو تکلیف ہوتی ہے اور خطرناک ہوتی ہے - میں اس فعل کو یہ کہکر جائز قرار نہ دونگا کہ دنیا میں میرے چاروں طرف ایسا ہی دیکھنے میں آتا ہے کہ ادنےٰ طبقہ کے جاندار اعلےٰ طبقہ کے جانداروں کی خوراک کا موجب ہوتے ہیں - لیکن یہ بات میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ بہتری اور ترقی تکلیف کی راہ سے ملتی ہے - اس کیلئے مصائب اور ابتلاؤں میں پڑنا پڑتا ہے - اور جان بھی قربان کرنی پڑتی ہے - فناہ کے دروازوں میں سے گذر کر تکریم و احترام حاصل ہوتا ہے - ذرہ ان مختلف مدارج کا خیال آپ کریں جنمیں سے ایک ذرہ بھر اسٹیم کو گذرنا پڑتا ہے پیشتر اسکے کہ وہ انسانی جسم تک پہنچے - اور کس طرح ان ذرات سے جو کسی خاص غرض کو پورا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ایک نئی ترتیب پیدا ہوتی ہے مگر اعلیٰ طبقہ میں ظہور کرنے سے مراد ادنےٰ طبقہ میں موت کا اختیار کرنا ہے - کسی قسم کی ترقی اور عروج حاصل نہیں ہوتا - جبتک کہ فنا نہ ہو اور موجودہ ساخت بگڑ نہ جائے - اور کوئی نئی ترتیب اور ساخت نہیں ہوتی پیشتر اسکے کہ پرانی ترکیب کے حصّے متفرق نہ ہو جائیں - ترقی کا اصول فنا ہے - اور جناب بدھ کے اس کلام سے کہ فناہ ہی مکتی ہے - یہی مراد ہے +

(باقی آئندہ)

رسُول کا کارِ منصبی

قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۚ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ ۚ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ (سورۂ اعراف آیت ۱۸۸)

یہ سُورت جس عمدگی اور سادگی سے رسُول کے فرض منصبی و کام کو ظاہر کرتی ہے۔ اُسکی نظیر دکھائی نہیں دیتی۔ رسُول صلعم مومنوں کو فتح و ظفر کی خوشخبری دیتے ہیں۔ اور شریروں کو ان کے افعال کے بدنتائج سے جو اُنہیں اس دُنیا میں اور آخرت میں بھگتنے پڑینگے آگاہ کرتے ہیں لیکن آپ یہ دعویٰ نہیں فرماتے کہ آپ میں خُدائی زور اور طاقت ہے۔ عربوں کی ایک توہم پرست قوم تھی۔ اور اگر رسُول پاک جیسا کہ میں نے اُوپر ذکر کیا ہے چاہتے تو آپ دعوے فرما سکتے تھے۔ کہ آپ میں بہت بڑی خوق العادت طاقتیں ہیں۔ لیکن آپ کی رسالت کا لُبِّ لباب آیتہ کریمہ بالا نے مختصر الفاظ میں صاف ظاہر کر دیا ہے۔ بہت سی ایسی روایات بیان کی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ لوگوں نے آپ کی طرف خدائی طاقتوں کو منسوب کیا لیکن آپنے اس قسم کے تمام بیہودہ خیالات کا صاف صاف انکار کر کے زائل کر دیا۔ روایت ہے کہ آپ کے بیٹے ابراہیم کی وفات کے دن سُورج کو گرہن کامل لگا۔ لوگوں میں چپکے چپکے یہ بات ہو رہی تھی کہ رسُول صلعم کے بیٹے کی وفات کی وجہ سے سُورج بالکل سیاہ ہو گیا ہے لیکن آپ ایسے دیانتدار اور صادق تھے۔ کہ آپ نے گوارہ نہ فرمایا کہ لوگ اس قسم کے دھوکہ میں رہیں اگرچہ آپ کی خاموشی سے آپ کی قدر و منزلت آپ کے متبعین کی نظروں میں بہت بڑھ جاتی۔ لہٰذا آپ منبر پر چڑھے اور یوں گویا ہوئے:-

الشمس والقمر ایتان من ایات اللہ لا تنکسفان لموت احد ... الخ چاند اور سُورج یقیناً اللہ کے دو نشان ہیں۔ نہ تو انہیں کسی کی وفات کی وجہ سے گرہن لگتا ہے اور نہ کسی کے پیدا ہونے سے پس اگر تم گرہن دیکھو تو اللہ کو پکارو۔ اسکی تسبیح کرو۔ اسکی عبادت کرو۔ اور خیرات دو۔ کبھی کسی رسُول نے اس سے زیادہ صراحت کے ساتھ اور اس سے زیادہ صاف دلی

سے اپنی قوم سے گفتگو نہیں کی۔ جن لوگوں کو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے مخاطب کیا وہ کئی صدیوں سے توہم پرستی اور بُت پرستی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اور اگر رسول پاک اپنے لئے دعویٰ خدائی پیش کرتے تو لوگ بڑی خوشی سے اس دعویٰ کو قبول کر لیتے۔ لیکن آپ تمام اغراض نفسانی سے بالاتر تھے۔ اور جو کچھ آپ نے فرمایا۔ وہ ایک ایسے قلب سے نکلتا تھا جو ہر ایک قسم کی ریاکاری اور ذاتی خیال مفاد سے مبرّا تھا۔ آپ نے صاف صاف خدا کے حکم کی تعمیل میں فرما دیا۔ کہ آپ ایک انسان ہی ہیں۔ اور آپ کے پاس خزائے نہیں۔ اور نہ انسان ہونے کی حیثیت میں آپ نے دعوٰے کیا کہ آپ غیب دان ہیں۔ اور نہ ہی آپ نے بشریت سے بالاتر ہونے کا اظہار کیا۔ جتنے عمدہ اور احسن کام آپ نے کئے۔ اور جتنی پیشگوئیاں آپ نے کیں۔ ان سب کی وجہ سے کسی قسم کی شہرت یا نام آپ نے حاصل کرنا پسند نہ فرمایا۔ آپ نے پکار پکار کر یہی کہا۔ کہ سب بڑائی اور بزرگی اللہ ہی کے لئے ہے۔ ہاں عوام النّاس میں اور آپ میں یہ مابہ الامتیاز تھا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ اپنی رضا و حکم ظاہر کرتا تھا۔ اور آپ بڑی دیانت اور امانت سے اس پر چلتے اور جو کچھ آپ پر نازل ہوتا اُسے عملی جامہ پہناتے تھے۔ اور آپ چاہتے تھے کہ لوگ بھی آپ کی طرح ہی بن جائیں۔ آپ کا ہرگز منشاء نہ تھا کہ آپ کے متبعین خزانوں کے مالک بنیں یا طلسمات دکھائیں یا نجومیوں کا سا کام کریں۔ بلکہ آپ کی خواہش تھی کہ ان میں انسانیت اور شرافت پیدا ہو اور وہ زندگی کے اُن اعلےٰ اصولوں پر قدم ماریں جو آپ پر خدا کی طرف سے ظاہر ہوئے تھے۔ آپ نے لوگوں کو کھلے الفاظ میں جتلا دیا کہ آپ اُن سے کیا چاہتے ہیں۔ اور اپنی صاف گوئی ہی کی وجہ سے آپ کو بار بار قرآن شریف میں نذیر مبین کر کے پکارا گیا ہے +

رسول کریم صلعم کی بےمثال بزرگی اور عظمت یہیں تھی۔ کہ آپ نے کبھی بھی لوگوں سے یہ نہیں کہا کہ آپ موفوق الانسانی طاقتیں میں۔ اگرچہ بہت سی قرآن شریف کی پیشگوئیاں آپ کی زندگی ہی میں پوری ہو گئی تھیں۔ لیکن آپ یہی فرماتے رہے۔ کہ آپ کو غیب کا علم نہیں۔ اسلام نے غلبہ پایا لیکن آپ نے کبھی بھی نہیں فرمایا کہ آپ خدائی خزانوں کے مالک ہیں۔ پیشگوئیوں کے پورا ہونے اور کامیابیوں کے حاصل کرنے پر آپ یہی فرماتے رہے کہ یہ سب کچھ اس اللہ کی طرف سے ہے جو قادر اور علیم ہے +

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ان اتبع الا ما یوحی الیّ ۔ کہدے (اے رسول) میں تم سے نہیں کہتا کہ خدا کے خزانے میرے پاس ہیں ۔ نہ میں غیب کا حال جانتا ہوں ۔ اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں ۔ اور میں پیروی نہیں کرتا کسی چیز کی سوائے اسکے کہ جو مجھ پر اُتاری گئی ہے +

ان آیات کا مقابلہ جناب مسیح کے ان اقوال سے جو انہوں نے اپنے متعلق کہے کہا ۔ میں خود بخود کچھ نہیں کرتا (یوحنا ۸ باب ۲۸ آیت) میرا باپ مجھ سے بڑا ہے (یوحنا ۱۴ باب ۲۸ آیت) مجھے تم نیک کیوں کہتے ہو سوا ایک کے اور کوئی نیک نہیں جو اللہ ہے میں شیطان کو خدا کی اُنگلی سے نکال دیتا ہوں (لوقا ۹ باب ۲۰ آیت) لومڑوں کے لئے بل ہیں ۔ ہوا کے پرندوں کے لئے گھونسلے ہیں ۔ لیکن انسان کے فرزند کیلئے کوئی جگہ سر رکھنے کی نہیں ۔ میری نسبت پوچھتے ہو تو میں کہتا ہوں ۔ کہ میں کچھ نہیں کر سکتا ۔ اُس دن اور اُس ساعت کی نسبت کسی انسان کو علم نہیں ۔ اور بیٹے کو بھی نہیں) ان الفاظ کے خواہ کچھ ہی معنے کئے جائیں ۔ کیا ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ کے بولنے والا ایک بے بس انسان تھا نہیں وہ ایک رسول تھا یا ایک خدا ۔ لیکن اگر اُسے خدا مانیں تو دیکھئے کہ خدائی کو کس درجہ تک گرا دیا گیا ہے +

اب ہم یہاں قرآن شریف کی اُن آیات کو لکھتے ہیں جو خدا کی صفات کے متعلق ہیں ۔

لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ج وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا +

عکس مکتوب آنحضرت صلعم

جو تبلیغی خط آنحضرت صلعم نے شاہ مقوقس والئے مصر کو لکھا بمعہ حروف عربی یہ عکس نہایت ہی قابل دید ہے ۔ جس پر آپ کی مُہر نبوت بھی ثبت ہے ۔ ایسی متبرک چیز کی متعدد کاپیاں احباب کو ضرور خریدنی چاہئیں ۔ قیمت فی عکس ار فی درجن ۱۰ ار +

المشتہر ۔ مینجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل نولکھا لاہور

ظہورِ اسلام اور مابعد

ترجمہ لیکچر جو جناب عبد الحق اسمٰعیل صاحب حقانی نے مُسلم لٹریری سوسائٹی لندن میں دیا۔

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا کام ایک قسم کا سلسلۂ انقلابات تھا۔ اور میں آپ کی کامیابیوں کے مُتعلق مختصر طور پر کچھ بیان کرونگا۔ آپ نے ایک تنزل کی طرف لیجانے والے طرز زندگی کا خاتمہ کرکے اُسکی بجائے ایک جدید اور نہایت مفید تہذیب کا بیج بو دیا +

مذہبی انقلاب

حضرت محمدؐ کے زمانہ میں بہت سے مذاہب موجود تھے ہر ایک میں مادہ کی پرستش کسی نہ کسی رنگ میں کیجاتی تھی۔ اور ہر ایک میں جُدا جُدا فرقے تھے۔ جو ایکدوسرے کے ساتھ زبان سے قلم سے ہاتھ سے اور تلوار سے لڑتے تھے۔ اِس طرح مذہب بجائے امن و آرام کے سرچشمہ ہونے کے لڑائی اور ابتری کا منبع تھا کسی جگہ کُشت و خون ہوتا۔ اور کسی جگہ آتشزدگی ہوتی۔ غرضیکہ ہر جگہ طوفان بےتمیزی برپا تھا +

حضرت محمد صلعم کو معلوم تھا۔ کہ عرب و شام میں اس قسم کی حالت ہے۔ آپ نے اِن معاملات پر غور فرمایا۔ اور اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ مذہب کا کام بگاڑنا اور تباہ کرنا نہیں بلکہ سنوارنا اور بنانا ہے ایک کو دوسرے سے جُدا کرنا نہیں بلکہ ملاتا۔ لوگونکو غُلام نہیں بلکہ انہیں آزاد کرنا۔ اور اُنہیں بجائے ذلیل اور بداخلاق بنانے کے انہیں خوشحال عروج کی طرف لیجانا ہے۔ آپ کئے سالونکی توجہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ اچھا مذہب جس کی طرف ہر ایک کو رجوع کرنا چاہئے وہ ہے جسمیں انسان ایک اعلےٰ اور غیر فانی خدا کی عبادت کرے۔ اور غیر مُتزلزل خدائی قوانین پر چلے آپ نے خیال کیا کہ ایک گندم کے دانے یا کسی پودے یا درخت کے بیج بونے۔ اسکی نشو و نما پانے اس کے پھوٹنے۔ اور پھر اس کا انسان کے جسم کے لئے خوراک دینے اور آنکھوں کے لئے خوش منظر پیش کرنے میں صرف خدا ہی کا ہاتھ ہے۔ اس حیرت انگیز دُنیا میں ہر ایک کام کی تہ میں وہی ہستی ہے اور وہ ہستی نہ تو چاند سُورج اور ستارے ہیں اور نہ درخت پودے اور پھول ہیں۔ نہ وہ پہاڑ۔ دریا اور سمندر ہی ہیں۔ اور نہ کوئی اور بیجان چیز ہے اور پھر وہ ہستی انسان بھی نہیں۔ بلکہ وہ مخلوق کی

رُوح ہے جو ہر جگہ موجود ہے۔ خدا کا غیر فانی ہونا نہایت ضروری امر ہے وہ ہر جگہ حاضر ہے لیکن وہ دکھائی نہیں دیتا۔ وہ شرق وغرب۔ سیاہ وسفید وزرد رنگ قوموں کا اور ہر ایک ذرہ کا جہاں کہیں بھی وہ ہو۔ خدا ہے۔ وہ واحد ہے اور سب کا خدا ہے۔ اسکی نظر میں سب سے اچھا انسان وہ ہے جو خلق اللہ کی سچی خوشی و آرام کیلئے سب سے زیادہ کوشاں ہے۔ خواہ وہ سیاہ رنگ کا ہو اور خواہ سفید کا +

اِس قسم کا مذہب تمام مخلوق پر حاوی ہوتا ہے۔ اور تمام سابقہ مُرسلوں کو جو اتحاد علم اور تہذیب پھیلانے کیلئے آئے۔ کُل جہان کے لوگوں کا مشترکہ ہادی خیال کرتا ہے۔ اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمام دُنیا متحد و متفق ہو جاتی ہے۔ حضرت محمد صلعم نے اس مذہب کو جسمیں انسانی ہمدردی ہے محمدی مذہب کے نام سے نہیں پُکارا۔ اور نہ وہ شخص جو اس کا مُتبع ہے محمدی کہلایا۔ حضرت محمد صلعم بشر تھے غیر فانی نہ تھے۔ مگر یہ مذہب غیر فانی ہے۔ اور اس کا نام اسلام ہے۔ فقط ایک اور واحد خدا ازل سے ہے۔ اور اسکے قوانین ازلی و ابدی ہیں۔ اللہ کی عبادت کرنا اور اس کے اٹل قوانین کی اطاعت کرنا ہی اسلام ہے۔ اور حضرت محمدؐ آپ کی اور میری طرح تھے اور مسلمان تھے +

اسلام ایک مفید اور متواتر ترقی چاہتا ہے مسلمان بعد از موت بھی ترقی کرتا ہے۔ وہی مسلمان ہے جو فطرت کے باریک اور پوشیدہ رازوں کی تلاش میں ہمیشہ لگا رہتا ہے۔ اور ہمارے اس علم میں جو دُنیا کے متعلق ہے اضافہ کرتا ہے۔ یہ کام اسی طرح جاری رہیگا حتّٰی کہ انسان اس کمال تک پہنچ جائے جس کا اُسے وعدہ دیا گیا ہے۔ اِس حالت میں کل خدا سے وصال ہوگا۔ اور یہی اسلام ہے +

اِنقلاب قوائے عقلیہ

آزادی رائے ۔ اولین اصول اسلام

دوسرا امر جس کی طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو توجہ مبذول فرمانی پڑی یہ تھا۔ کہ لوگ بجائے ترقی کرنے اور متحد ہونے کے کیوں رُو بہ تنزل اور ایکدوسرے سے علحدہ علیحدہ ہیں نہایت غور و خوض کے بعد آپ نے دیکھا۔ کہ تمام توہمات تعصبات اور خرابیوں کی تہ میں

عقل و قوت استدلال کو استعمال نہ کرنا اور اسے گویا جکڑ بند میں رکھنا ہے۔ انسان عقل سے کام نہیں لیتے اور وہ بھیڑوں کی طرح آنکھ بند کر کے چلتے ہیں۔ حضرت محمد صلعم نے فرمایا کہ عقل و فہم خدا کی طرف سے ایک عطیہ ہے۔ وہ شخص جو اسے استعمال کرتا ہے وہ خدا کا شکرگذار ہے۔ اور جو اس سے کام نہیں لیتا۔ وہ کفران نعمت کرتا ہے ہر ایک بات کی سچائی حتّٰی کہ خدا کی ہستی کے متعلق بھی اطمینان کرنے کیلئے عقل و دلائل کو کام میں لانا چاہئیے۔ حضرت محمد صلعم پیغمبر ہیں نہ صرف اسلئے کہ آپ نے ہمیں یہ سب باتیں بتلائیں۔ بلکہ اسلئے بھی کہ آپ نے انسانی بہتری اور ہمدردی کے لئے بہت معجز نما کام کیا۔ جیسے ہم دیکھتے ہیں۔ اور قدر کرتے ہیں۔ اس طرح آزاد خیالی کی بنیاد ڈالکر حضور نے ان عجائبات کے لئے راہ کھولدی جو علم سائنس۔ تجارت۔ حرفت اور لوگوں کے میل جول سے ظہور میں آئے۔ پس اسلام نے معقولیت اور استدلال کو ممتاز جگہ دی +

انقلاب تمدّن

حضرت محمد صلعم نے جو اصلاحیں تمدن کے متعلق فرمائیں وہ بہت عظیم الشان تھیں اور اُن کا اثر دُور تک پہنچا۔ آپ کے قوانین کاغذات ہی پر لکھنے کیلئے نہیں تھے۔ بلکہ آپ نے تمام لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔ اور وہ آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرنے کیلئے ہر وقت مستعد اور سرگرم تھے +

یہ اصلاحات مختلف قسم کی ہیں۔ اور ہر ایک بذاتہٖ ایک جُدا مضمون ہے۔ میں ان کے متعلق مختصراً ہی بیان کرسکتا ہوں +

(الف) عورت کے متعلّق

ا۔ کثیر الازدواجی اس وقت عالمگیر تھی۔ اور عیسائی ممالک میں بھی باوجود جسٹینین کے حکم کے اس کا رواج تھا۔ ایک مرد علاوہ ناجائز طور پر عورتوں سے تعلّق رکھنے کے جسقدر بیویاں اپنے بیاہ میں لانا چاہے لاسکتا تھا۔ عرب میں تو عورت کو جائداد سمجھا جاتا تھا۔ اور جب کبھی کوئی مرد فوت ہوتا۔ اس کا لڑکا علاوہ دیگر جائداد پر قبضہ کرنے کے اسکی بیویوں کا بھی مالک بنتا اور جس طرح چاہتا ان سے برتاؤ کرتا۔ اس کے اختیار میں تھا کہ وہ ان میں سے ایک یا زیادہ سے شادی کرے یا اُن سے ناجائز طور پر تعلق پیدا کرے یا انہیں فروخت کردے۔ یا انہیں بطور تحفہ

کسی دوسرے کے پیش کرے +

۲۔عرب میں لڑکیوں کو زندہ دفن کرتے تھے۔اور مصر میں ہر سال ایک جوان دوشیزہ لڑکی کو دریائے نیل میں غرق کر دیا جاتا تھا +

۳۔اگر کوئی آزاد (حُر) عورت کسی غُلام سے بیاہ کرتی تو اُسے قتل کر دیا جاتا +

۴۔اِس قسم کے بیشمار ہولناک واقعات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کی کچھ قدر و منزلت نہ تھی

اِس وقت ایسے حالات کی موجودگی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے یہ فرما کر دُنیا کو چونکا دیا کہ جنّت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔اور مسلمان کو چاہیئے کہ عورتوں کے مُتعلّق بدگوئی نہ کرے۔خُدا کی نظر میں مرد اور عورت برابر ہیں۔اور اسلام نے مرد اور عورت کو اتّحاد محبّت اور برادری کے سلسلہ میں باندھ دیا ہے۔اور تعلیم سب مرد اور عورت کیلئے لازمی ہے۔نیز آپ نے عورت کے حقوق اس کے لڑکی بیوی۔ماں اور فرد خاندان یا جماعت ہونے کی حیثیّت میں قائم کر دیئے +

وہ حقوق جو مسلمان عورتوں کو گذشتہ کئی صدیوں سے ملے ہوئے ہیں۔یورپین عورتوں کو تھوڑے عرصہ میں اِس ایکٹ کے ذریعہ دیئے گئے ہیں جو انگلینڈ میں شادی شدہ مستورات کی جائداد کے مُتعلّق نافذ ہُوا ہے۔عام کاروبار میں اسلام نے مرد و عورت کو ہمیشہ یکساں رکھا ہے +

(ب) غلامی

غُلامی بھی عالمگیر ہو رہی تھی۔زبردست زیردست کو غُلام بنا لیتا تھا۔غُلام کو خوراک اور لباس بُری قسم کا دیا جاتا تھا۔اُسے دُکھ و عذاب میں رکھا جاتا تھا۔حتّٰی کہ اُسے بلا خوف سزا قتل بھی کر دیا جاتا تھا۔عیسائیت نے بھی غُلام کی حالت بہتر نہیں بنائی۔روما کے قانون اسپارہ میں جاری ہوئے لیکن غلامی پھر بھی موجود رہی غُلام آپس میں ایک دوسرے سے شادی کر سکتے تھے۔اگر غُلام کسی آزاد (حُر) عورت سے شادی کر لیتا تو اُسے زندہ جلا دیا جاتا۔دُور کیوں جائیں امریکہ والوں کا طرز عمل غُلاموں کے بارے میں اکثر لوگوں کو یاد ہو گا۔اور اس بارے میں بیسویں صدی کے نئے قسم کے قانون ایسے عام ہیں کہ انکی تشریح کی ضرورت نہیں +

اسلام نے شروع میں انسانی مساوات کا اعلان کیا۔اور غُلاموں کے مُتعلّق قانون جاری کیا جس کی غرض و غایت اِس شرمناک طریقہ کو بالکُل نیست و نابُود کرنا تھا۔چنانچہ ذیل میں چند ایک کا

ذکر کرتا ہوں:-

۱- جو شخص انسانوں کی تجارت کرتا ہے وہ دائرہ انسانیت سے خارج سمجھا جائیگا +

۲- اگر کسی غلام عورت کے پیٹ سے بچہ پیدا ہو تو وہ آزاد سمجھی جائیگی - اور اُس بچّے کے وہی حقوق ہونگے - جو ایک جائز اولاد کے ہوتے ہیں +

۳- کوئی مسلمان غلام نہیں بنایا جاسکتا +

۴- ان جنگوں میں جو جائز طور پر کئے جائیں گرفتار شدہ لوگ اس وقت تک غلام تصوّر کئے جائینگے - جب تک کہ وہ اسلام قبول نہ کریں یا زرِ فدیہ ادا نہ کریں یا آزاد نہ کئے جائیں -

۵- غلام اپنے آقا کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے +

۶- خدا کی عبادت کا نہایت مقبول طریق یہ ہے - کہ غلاموں کو آزاد کر دیا جائے +

۷- صاحبِ غلام اگر قانون کی نظر میں مستوجبِ سزا سمجھا جائے تو ایک سزا یہ بھی ہے کہ اُس کا غلام آزاد کیا جائے +

۸- آقا اور غلام کے لباس اور خوراک میں کوئی تمیز نہ ہو +

۹- کسی غلام کو اُسکی طاقت اور قابلیت سے زیادہ کام نہ دیا جائے +

۱۰- غلام کو بوجہ اُس کی غلامی کے حقارت سے نہ دیکھا جائے +

۱۱- بیتُ المال کا ایک یہ بھی فرض ہے - کہ روپیہ ادا کر کے غلاموں کو اُن کے مالکوں سے آزاد کرایا جائے +

۱۲- اگر آقا اور غلام کے باہمی معاہدہ کا توڑا جانا آقا کی طرف سے پایا جائے تو اُس سے غلام کو حتّی الامکان آزاد کئے جانے کا فائدہ اُٹھایا جائے +

(ج) قوانین

۱- دیوانی اور فوجداری قوانین

مجموعۂ قوانین دیوانی و فوجداری تیار کیا گیا - اور اس قسم کے عام اصول جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں - آیندہ ہونیوالے واضعانِ قوانین کی ہدایت و رہبری کے لئے درج کر دیئے گئے -

(۱) علما و فضلا میں سے صرف وہی لوگ قانون وضع کر سکتے ہیں جو اپنے تمام علوم کی

واقفیت اور انسانی زندگی کے حالات جاننے کی وجہ سے ممتاز ہوں۔ قوانین پرانے روایات پر مبنی نہ ہوں بلکہ نئے حالات کو مدنظر رکھ کر اصول اسلام کے مطابق ہوں۔ جب کبھی انمیں اختلافات پیدا ہوں تو فیصلہ کثرت رائے پر کیا جائے +

(۲) تمام امور میں خواہ وہ اخلاقی ہوں یا جسمانی اعتدال کو مدنظر رکھا جائے +

(۳) کسی کو نقصان نہ پہنچایا جائے +

(۴) قانون کے ظاہری الفاظ پر اس کی اصل غرض منشا کو ہمیشہ فوقیت دیجائیگی +

(۵) ازروے قانون تمام لوگ برابر سمجھے جائینگے (۶) بدی کو احسن طریق سے دور کیا جائے +

قوانین جنگ

اسلام سے پہلے فاتح لوگ مغلوب دشمن کے ساتھ نہایت بیرحمی سے سلوک کرتے تھے کسی قانون سے بھی اُن کے اس ظلم و تعدی کی روک تھام نہ تھی۔ اس طرح یہودی۔ یونانی۔ اہل روما اور اہل فارس میں زندہ انسان کو جلانے اور مقتول کی لاش کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا رواج تھا +

انجیل کی عبارتوں سے جو ذیل میں درج کیجاتی ہیں اس قسم کے واقعات کی صاف تصویر نظر آتی ہے۔

کتاب چہارم عہدنامۂ قدیم (گنتی) ۳۱ باب ۱۰ آیت۔ اور انکے سارے شہروں کو جنمیں وہ بستے تھے اور اُن کے سب قلعوں کو پھونکدیا +

کتاب چہارم عہدنامۂ قدیم (گنتی) ۳۱ باب ۱۷ آیت۔ سو تم ان بچوں کو جتنے لڑکے ہیں سب کو قتل کرو +

کتاب استثناء۔ ۳ باب ۶ آیت۔ اور ہم نے اُن کو یعنی اُنکے مردوں اور عورتوں اور لڑکوں کو ہر ایک شہر میں ...... حرم کیا +

حزقیل۔ ۹ باب ۶ آیت۔ اور بڈھوں اور ننھے بچوں اور عورتوں کو ایک لخت مار ڈالو +

اسموایل۔ ۱۵ باب ۳ آیت۔ سو اب تو جا اور عمالیق کو مار۔ اور سب جو کچھ کہ اُن کا ہے کہ ایک لخت حرم کر۔ اور ان پر رحم مت کر۔ بلکہ مرد اور عورت ننھے بچے اور شیر خوار۔ اور بیل بھیڑ اور اُونٹ اور گدھے تک سب کو قتل کر +

آؤ آیات بالا کا ان ہدایات سے جو حضرت محمد صلعم نے اسلامی مہمات کے سرداروں کو دیں مقابلہ کریں۔

آپ حکم دیتے ہیں۔ کہ ان تکالیف کے بدلے میں جو ہمیں دیگئی ہیں اُن نے ضرر لوگونکو جو گھروں میں ہیں دُکھ نہ دو مستُورات کو بچاؤ۔ جو بچے دُودھ پیتے ہیں اُنہیں ایزا مت دو۔ اور بیماروں کو بھی تکلیف نہ دو۔ اِن باشندوں کے گھروں کو جنہوں نے مقابلہ نہیں کیا مسمار نہ کرو۔ اور اُنکے ذرائع خورونوش کو ضائع نہ کرو اور نہ ہی اُن کے پھلدار درختوں کو جو احکام حضرت ابوبکرؓ خلیفہ حضرت محمد صلعم نے اسلامی فوجوں کو دیئے وہ بھی ذیل میں برائے مقابلہ لکھے جاتے ہیں :۔

اِس امر کا اطمینان کر لو کہ تم اپنی قوم کو تکلیف نہیں دے رہے۔ اور انہیں بےچینی میں نہیں ڈال رہے۔ بلکہ ہر معاملہ میں ان سے مشورہ کرو۔ اور خبردار کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو سچائی اور انصاف سے دُور ہو۔ کیونکہ جو اس کے خلاف کرینگے وہ خوشحال نہ ہونگے۔ اپنے دشمنوں کے ساتھ بہادری سے مقابلہ کرو۔ اور اپنی پیٹھ مت دکھاؤ۔ اور اگر تم فتح حاصل کرو۔ تو چھوٹے بچوں۔ بوڑھے مردوں اور عورتوں کو قتل نہ کرو۔ کھجور کے درخت ویران نہ کرو۔ اور اناج کے کھیت مت جلاؤ۔ پھلدار درخت نہ کاٹو اور نہ کسی مویشی کو ایزا پہنچاؤ بجز اُن جانوروں کے جنہیں تم اپنی خورش کیلئے ذبح کرو۔ اور اگر تم کوئی معاہدہ کرو تو اُسکی پابندی دل سے کرو۔ تمہیں سفر میں ایسے مذہبی لوگ ملینگے جو خانقاہوں میں گوشہ نشین ہیں اور اپنے طریق پر خدا کی عبادت کرنے میں لگے ہُوئے ہیں ایسے لوگوں کو ہرگز قتل نہ کرو اور نہ اُنکی خانقاہوں کو ویران کرو +

اِسلامی جرنیلوں نے اِن ہدایات کے مطابق اپنے سپاہیوں سے بڑی احتیاط کے ساتھ کام لیا۔ عُمر ابن عباس جب قاہرۂ قدیم میں داخل ہوئے۔ تو اُنہوں نے تمام مصریوں کے قانون کے مقابلہ میں آزادی اور مساوات کا اعلان کر دیا۔ امن اور انصاف اور قانونی عدالتیں قائم کر دیں۔ اور عوام الناس کی بہتری کے انتظام میں مصروف ہوئے۔ جب وہ قاہرہ سے اسکندریہ جانے لگے تو اُنہوں نے دیکھا کہ ایک کبوتری نے اُن کے خیمہ کے اُوپر گھونسلا بنا رکھا ہے اور اُسمیں انڈے دیئے ہُوئے ہیں۔ اُنہوں نے اس کبوتری کی خاطر خیمہ چھوڑ دیا اور تاکیدی حکم دیا۔ کہ کوئی اس جانور کو نہ چھیڑے۔ یا اس خیمہ کو نہ اُکھاڑے جب تک کہ کبوتر کے بچے اُڑنے کے قابل نہ ہوں +

اُس زمانہ میں مصریوں کا اعتقاد تھا کہ دریائے نیل میں اس وقت تک طغیانی نہیں آتی جب تک کہ کسی جوان باکرہ کو عروسانہ لباس پہنا کر ہر سال اُسمیں نہ ڈالا جائے۔ جب اُنہوں نے اس رواج کے متعلق

سُنا تو انہوں نے خلیفۂ وقت کی خدمت میں لکھا اور اُنکی ہدایات کے مطابق اس مکرُوہ رسم کو فوراً بند کر دیا

قوانین حفظان صحت

حضرت محمد صلعم کو علم تھا کہ شراب ۔ گرد وغبار اور ناصاف ہوا انسان کیلئے مضر ہیں اسلئے آپ نے روزانہ وضو وغسل کے متعلق ہدایات صادر فرمائیں ۔ اور حکم دیا کہ ہفتہ میں کم از کم ایکبار تمام جسم کو پانی سے صاف کیا جائے اور ستھرے کپڑے پہنے جائیں ۔ اور شراب سے اور تمام ایسی اشیاء سے جو تجربہ سے انسانی صحت کے لئے مضر پائی گئی ہیں قطعاً ممانعت فرمادی ۔ قرآن کا حکم ہے کہ کھاؤ پیو لیکن اعتدال سے باہر قدم نہ مارو ۔ اس حکم کی ممانعت میں ہمیشہ فائدہ ہی ہے +

۴ ۔ اخلاقی قوانین

ہر مسلمان کیلئے بعض فرائض مقرر کر دیئے گئے ہیں ۔ جو اسکی ذات کے مُتعلق دیگر مسلمانوں کے عام انسانوں کے اور بیزبان جانوروں کے متعلق ہیں +

قمار بازی قطعاً بند کر دی گئی ۔ انصاف ۔ راست گوئی اپنے جذبات پر قابو رکھنے ۔ اور دیگر نیک خصائل کے بارے میں بہت تاکید کی گئی ۔ چونکہ وقت تھوڑا ہے ۔ اسلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صرف تین احکام اس موقعہ پر بیان کئے جاتے ہیں :۔

(۱) مسلمان بوجہ ہم مذہب ہونے کے ایکدوسرے کے بھائی ہیں ۔ اسلئے چاہئے کہ وہ ایکدوسرے کو تکلیف نہ دیں ۔ اور نہ ایک دوسرے کی مدد سے پہلو تہی کریں ۔ اور نہ ایکدوسرے کو حقارت سے دیکھیں وغیرہ وغیرہ +

(۲) سب سے اچھا انسان وہ ہے جس سے عام لوگوں کو فائدہ پہنچے +

(۳) جانوروں کے ساتھ سلوک کرنے میں خدا کا خوف دل میں رکھو ۔ ان پر اس وقت سواری کرو جب وہ سواری کے قابل ہوں ۔ اور جب وہ تھک جائیں ان سے کام نہ لو ۔ جو بیزبان جانوروں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں اُنہیں اجر ملیگا +

بہت سی مخرب الاخلاق باتوں کی ممانعت کر دی مثلاً کعبہ کے گرد برہنہ اور بےتمیزی سی طواف کرنا

(د) ممانعت رُہبانیت

حضرت محمد صلعم نے دیکھا کہ انسان نہ تو سب کے سب نیک ہی ہیں اور نہ سب کے سب بُرے البتہ لگاتار

ترقی کرنے سے کمال حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن رُہبان بن کر ترقی کرنا مشکل ہے یہ ہی رفتہ رفتہ اِس طریق سے دور ہوسکتی ہے۔ کہ انسان دُنیا اور اس کے طریقوں کا پُورا پورا علم حاصل کرے اسی وجہ ہر قسم کی رُہبانیت سے اسلام نے لوگوں کو روک دیا +

(۳) اِنسدادِ مفلسی

اسلام کے بینظیر ارکان میں سے ایک رُکن زکوٰۃ یعنے انسدادِ مفلسی ہے یہ سال کے بعد ہر ایک سرمایہ میں سے جس کی مقدار ایک خاص رقم سے زائد ہو اڑھائی روپیہ فیصدی محصول یا ٹیکس وضع کیا جاتا تھا۔ جو بمعہ دیگر ٹیکسوں کے بیت المال کا بنیادی پتھر تھا۔ اِس طرح آمد و خرچ کا اندازہ رکھا جاتا تھا۔ اور موجودہ بجٹ کی ابتداء اِس سے ہوئی ہے۔ اسلام سے پہلے بادشاہ اپنی بد قسمت رعیت اور مفتوح لوگوں سے جس قدر مال جبر و تعدی سے وہ وصول کر سکیں کرتے تھے۔ اور اس مال کو بیہودگیوں اور دیگر اپنی بدمعاشیوں میں صرف کر دیا کرتے تھے۔ لوگوں کی آرام آسائش کا کبھی خیال نہ کیا جاتا تھا۔ تاوقتیکہ حاکم کی بھی اسمیں دلچسپی نہ ہو۔ لیکن اسلام نے حکومت کو لوگوں کا خادم بنا دیا۔ بیت المال قائم کیا گیا اور وہ لوگوں کی مشترکہ جائداد سمجھا جاتا تھا خلیفہ اسمیں سے فقط اسقدر ملتا تھا جو اس کے اور اسکے عیال کے گذارہ کیلئے کافی ہو۔ جو دولت باہر سے آتی تھی وہ اسلام کے عام اغراض پر بڑی دانشمندی کے ساتھ خرچ کیجاتی تھی یتیموں بیوگان اور بیکسوں کی خورونوش کا انتظام کیا جاتا تھا۔ جو بحیثیت ہونے کے ان کا حق تھا لیکن اسے خیرات نہ سمجھا جاتا تھا۔ اور ضرورت کے وقت مدد دی جاتی تھی۔ ہر ایک مسلمان کا فرض تھا کہ وہ اپنی قوم کی بہتری کیلئے کچھ نہ کچھ امداد کرے۔ اور اگر وہ نادار ہوتا تو اُسے کچھ دیا جاتا۔ اگر کوئی معزز مسلمان دیوالیہ ہو جاتا تو اس کا خاندان کسی قسم کی امدادی کام کرنے کی درخواست نہ کرتا بلکہ وہ اُلٹا ایک حق طلب کرتا جو اُسے فوراً دیا جاتا۔ اگر ناداری اسکی اپنی کسی غفلت کی وجہ سے ثابت نہ ہوتی۔ اگر وہ کسی کام کیلئے درخواست کرتا تو اُسے دیا جاتا اور اسکی مدد ہر طریق سے کیجاتی تاکہ وہ اپنی پہلی تجارت قائم کر سکے۔ یا کوئی اور تجارت شروع کرے۔ مثلاً اگر اسلامی سلطنت کے کسی حصہ میں قحط سالی ہوتی تو بیت المال ضروری امداد دینے کیلئے تیار ہوتا تھا۔ اور اس پر مسلمان ہونے کی حیثیت سے لوگوں کا حق تھا۔ اس دستور العمل کو وہ لوگ قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے جنہیں

اتنا ہی کا اور اس کے نتائج کا علم ہی جو یورپ کے ان مقامات میں ہو رہی ہے - جہاں مفلس اور نادار لوگ رہتے ہیں - یورپ میں بیکاروں کے جلوس دیکھے جاتے ہیں - اور ان میں سب ایسے نہیں ہوتے جو کام کرنا نہیں چاہتے بلکہ ان میں ایسے بد قسمت لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو باوجود قوی اور طاقتور ہونے کے کام حاصل نہیں کر سکتے - ان کے دُبلے پتلے چہروں اور پھٹے پُرانے کپڑوں سے صاف طور پر مفلسی عیاں ہوتی ہے - اکثر ان میں سے آسمان تلے رات گذارتے ہیں اور جب کبھی لمحہ بھر کیلئے ان پر نیند غالب آتی ہے - تو پولیس والا ہوشیار ہو کہہ کر انہیں بے آرام کر دیتا ہے کہ فلاں جگہ چلے جاؤ - اگر مفلس لوگوں کے محلّوں کے تنگ و تار کوچوں اور صحنوں میں آپ جائیں تو وہاں ان کی مفلسی کا ایک نیا نظارہ دکھائی دیگا - وہاں اس قسم کے غریب مزدوری پیشہ لوگ آباد ہیں جنہیں محنت کی مزدوری اسقدر ملتی ہے جو ان کے جسم و جان کو قائم بمشکل رکھ سکتی ہے - کوچے ایسے بچّوں سے پُر نظر آتے ہیں جو گندی نالیوں ہی میں کھیلتے ہیں - ان بچوں کی حالت نہایت رحم کے قابل ہے - کیونکہ ابتدا ہی سے انہیں کوئی مفید موقعہ نہیں ملتا - جس صورت میں ان کے چاروں طرف ناقابل بیان گندگی اور اُس کے لازمی نتائج ہوں تو کب معزز شہری بننے کا وہ موقعہ پا سکتے ہیں **نیویارک** کے ایک شخص کی نسبت میں نے سُنا کہ وہ ہر سال موسم سرما میں خفیف سے جُرم کا مُرتکب اسلئے ہوتا کہ اُسے جیلخانہ میں خوراک اور گرم جگہ ملیگی - اسیطرح ایک ضعیف العمر شخص نے چند ہفتے ہوئے بوسٹریٹ میں کہا کہ میں جیلخانہ میں جا کر مشقت کرنے کو اس کارخانہ پر ترجیح دیتا جہاں کہ وہ گذشتہ سال سے کام کر رہا ہے - اصل تہذیب اس کا نام نہیں کہ ہر ایک شخص کیلئے کام مُہیّا کیا جائے بلکہ اس ذلیل مفلسی کو دُور کرنا ہی سچّی تہذیب ہے جیسا کہ اسلام نے مختلف طریقوں سے کیا +

انقلاب مُلکی

نئی طرز حکومت جس کی بُنیاد مدینہ میں رکھی گئی حقیقت میں جمہوری سلطنت تھی - مرد اور عورت بُوڑھا اور جوان - شہری اور آزاد شدہ سب کے سب اس سچّی جمہوری حکومت کے ماتحت مساوی حقوق رکھتے تھے - اور ہر ایک کا کُل سلطنت و قوم کی بہبودی کیلئے کوشاں رہنا فرض تھا + اس نئی حکومت نے کمزور کو زبردست سے - غریب کو دولتمند سے اور عوام کو طبقۂ امرا سے بچانے کا

بیڑا اُٹھایا۔ غربا کیلئے یہ پہلا موقعہ تھا کہ انہوں نے اپنے آپ کو پناہ وحفاظت میں سمجھا اور اُنہیں معلوم ہوُا کہ کوئی زبردست طاقت انہیں بچانے والی موجود ہے۔ زبردست اب محتاط ہو گئے کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ انکی سختیوں کی وجہ سے انہیں سزا ملیگی +

اس وقت نہ تو کوئی مطلق العنان اور نہ موروثی بادشاہ تھا۔ قوم میں سے جو سب سے اچھا ہوتا اُسے قوم کی بہتری کیلئے اور اسلام کے اصُولوں کے مطابق حکومت کرنے کیلئے منتخب کیا جاتا تھا خلیفہ ثانی حضرت عمر اکبرؓ مسجد کی سیڑھیوں پر سویا کرتے خلیفہ کا خزانہ عامرہ پر دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ حق نہ تھا۔ اُنکی تنخواہ مقررہ تھی۔ اور مسلمانوں کی رائے کے خلاف اسمیں اضافہ نہ کیا جا سکتا تھا +

محصُول و ٹیکس مقررہ تھے۔ اور بیت المال کے ذریعہ اکٹھے کئے جاتے اور اُنکا انتظام ہوتا بیت المال کا کام ایک نرالی قسم کا تھا۔ بیوگان یتیمی اور بیکسوں کی پرورش اس سے ہوتی۔ بیکاروں کیلئے کام کا انتظام ہوتا۔ اور جب تک یہ انتظام اپنی اصلی اور ابتدائی صُورت میں رہا مفلسی معدوم ہوگئی۔ بیت المال کسی فرقہ سے تعلق نہ رکھتا تھا۔ بلکہ تمام مسلمانوں کا اس پر برابر حق تھا۔ یہ ہی اخوت حقیقی تھی اور متحد کرنیوالی تھی۔ کسی جماعت کو کوئی خاص حقوق لوگوں پر ظلم کرنے کیلئے حاصل نہ تھے۔ خواہ جماعت دنیا داروں سے تعلق رکھتی ہو اور خواہ مذہبی لوگوں سے مشرقی مصر اور مغربی ہسپانیہ کا حال پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس اتحاد و اخوت نے غیر ممالک کے لوگوں پر اور بالخصُوص ان مفتوحہ اقوام پر جو رومیوں کے ماتحت تھے ضرور اثر کیا ہوگا۔ یہ لوگ مدینہ میں آئے۔ اور دیکھا کہ اس قسم کے حالات اور کسی جگہ نہیں۔ پس انہوں نے فوراً مسلمانوں سے التجا کی کہ وہ انہیں ان ظالموں کے پنجہ سے جن کے ماتحت وہ اس وقت تھے نجات دلائیں +

حالت ہسپانیہ رومیوں اور مغربی گاہنہ کے زیر حکومت اسلام کے ابتدائی زمانہ میں سلطنت روما کے دیگر علاقوں کی طرح ہسپانیہ کی بھی بہت بُری حالت تھی۔ گو اُمرا تعداد میں زیادہ نہ تھے لیکن اُنکے قبضہ میں تقریباً ملک کی ساری دولت تھی۔ ان کی خدمت میں بیشمار غلام موجود رہتے۔ اور وہ تمام عمر قمار بازی عیاشی اور ہر ایک قسم کی بدمعاشی میں صرف کرتے۔ اور عجیب بات یہ تھی کہ ان پر کسی قسم کا ٹکس و محصُول نہ تھا۔ بلکہ اس کا بوجھ دیگر فرقوں اور اشخاص پر تھا۔ اِن خونخوار و حریص رومیوں کی خاطر

مختلف قسم کی تعدی و دست درازی کا استعمال کیا جاتا تھا۔ اگر کوئی مالگذار یا ٹکس ادا کرنیوالا نادار ہو جاتا۔ تو اُس کے ہمسایہ کو دوگنا ٹکس یا خراج ادا کرنا پڑتا ✣

متوسط درجہ کے زمینداروں کی حالت قابل افسوس تھی۔ ان لوگوں پر تمام محصول و خراج کا بوجھ پڑتا۔ پھر اپنی زمین بلا منظوری شاہ روما فروخت نہ کرسکتے تھے۔ اور اگر ان میں سے کوئی مایوسی کی حالت میں بھاگ جاتا تاکہ کوئی بُری بھلی ملازمت کرلے تو اُسے ڈھونڈ کر پکڑا جاتا۔ اور اپنے پہلے کام پر پھر اُسے جبرا لگایا جاتا۔ زمینداروں کی آسامیوں کی حالت تو اور بھی بدتر ہوتی۔ وہ گویا زمین کے ساتھ جکڑے ہوئے تھے۔ اور زمین کے ساتھ وہ بھی بیچ دیئے جاتے تھے۔ اُن کا فرض تھا۔ کہ وہ زمین کے مالک کے لئے کام کریں اور غلہ بہم پہنچائیں۔ رومیوں کو وہ اپنا علیحدہ محصول ادا کرتے۔ اُن سے فوجی خدمت لینے کا رومیوں کو ہر وقت حق تھا۔ غلاموں کی ان سے بھی بڑھ کر خراب حالت تھی وہ اپنے مالک کے نزدیک ایک قسم کی جائداد سمجھے جاتے تھے۔ وہ تعداد میں اس قدر بیشمار تھے کہ جب ایک دفعہ روما کے مُدبروں نے تجویز کی کہ سب کے سب ایک ہی قسم کی پوشاک پہنا کریں تو اس تجویز کو اس بنا پر رد کیا گیا کہ غلاموں کو معلوم ہو جائیگا کہ انکی تعداد ان کے مالکوں کے مقابلہ میں بہت ہی زیادہ ہے۔ ایک بہت بڑی جنگ کے بعد بھی جسمیں بیشمار غلاموں کا نقصان ہوا دیکھا گیا کہ بعض مالکوں کے پاس چار ہزار بلکہ آٹھ ہزار تک غلام موجود تھے۔ اُن غریب بدقسمتوں کے ساتھ انکے مالک بڑی بےرحمی سے سلوک کرتے۔ اور ان کی زندگی اور موت برابر سمجھی جاتی تھی ✣

اوسط درجہ آدمی اور زمینداروں کی آسامی اور غلام کے لئے اِس ظلم سے نجات حاصل کرنیکی ایک راہ تھی۔ وہ جنگلوں میں بھاگ جاتے اور وحشیوں کی طرح زندگی بسر کرتے۔ وہ قزاقوں کا ایک جتھا بنا لیتے اور وقتاً فوقتاً جہاں کہیں ممکن ہوتا ڈاکہ زنی کرتے ایکدفعہ تو ان کا وجود ایسا خطرناک ہو گیا کہ ان سے مقابلہ کیلئے ایک فوج بھیجنی پڑی ✣

اِن واقعات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ عوام کو اس بات کی بالکل پرواہ نہ تھی کہ ملک پر کون حکمران ہوتا ہے۔ انکی اِس قسم کی لاپرواہی سے مغربی گاتھ کیلئے ہسپانیہ کا فتح کرنا آسان ہو گیا۔ ان وحشیوں نے اگرچہ ان کا مقابلہ بھی کسی نے نہ کیا۔ گرجوں اور گھروں کو جلا دیا۔ اور عورتوں مردوں اور بچوں کو یا تو قتل کیا اور یا غلام بنا لیا۔ اس خوف کی وجہ سے جو لوگوں کے دلوں پر طاری ہوا جنگلوں میں قزاقوں

کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد کاہنہ وہاں مالک کی حیثیت میں مقیم ہوگئے۔ لیکن پادریوں کے اثر میں آگئے جو اِس طرح ایک زبردست طاقت بن گئے +

جب پادریوں کی طاقت کمزور تھی۔ تو یہ آسامیوں اور غلاموں کی مدد کرتے۔ بلکہ اُنکی آزادی اور رہائی کے لئے وعظ بھی کیا کرتے تھے۔ لیکن جونہی اُنکی طاقت بڑھی۔ اور اُن کے قبضہ میں پڑے ہوئے املاک اور محلات معہ خدمتگاروں اور غلاموں کے آگئے تو انہوں نے علے الاعلان ظاہر کیا۔ کہ فطرت نے بعض کیلئے غلام اور بعض کیلئے آقا ہونا لکھ دیا ہے۔ جب حالات اس سے بھی ابتر ہوگئے۔ اور لوگ پکار اُٹھے کہ پادریوں کی حکومت بجائے زمینی بہشت ہونے کے ایک نئی دوزخ ہوگئی ہے۔ تو کلیسیا سے جواب ملتا کہ یہ حالت اسلیئے ہے کہ یہودیوں کو جنہوں نے جناب مسیح کو مارا تھا تا حال سزا نہیں ملی۔ آخر اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ان بدبختوں کو ہر جگہ دُکھ دیا گیا۔ پھر موت سے بچنے کیلئے بعض یہودی عیسائی بن گئے۔ لیکن اس حالت میں بھی ان کے بچے اُن سے جُدا کیئے گئے۔ تاکہ ان بچوں کی تربیت پشتینی عیسائیوں کی طرح ہو۔ بعض کی آزادی اور جائداد یں چھن گئیں۔ اور اُنہیں ان عیسائیوں کا غلام بننا پڑا جو خود پہلے غلام تھے +

(باقی دارد)

دین عیسوی کا مفاد

اکثر اور بار بار میرے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ کیا فائدہ کیسی راحت اور طمانیت اور کیا نفع رُوحانی اخلاقی یا مادی ان لوگوں کو ہوتا ہے۔ جو اس زمانہ میں مسیحی عقائد پر ایمان رکھتے اور اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں جبکہ سائنس اور معقولیات اس درجہ ترقی کر چکی ہیں۔ اور جو زمانہ اسی حیرت انگیز انقلاب سے تیرہ صدی سے بھی زیادہ عرصہ کے بعد آتا ہے۔ جو انقلاب بی بی آمنہؓ کے یتیم بچے نے مذہب اخلاق۔ رُوحانیت اور تمدنی اور سیاسی نظامات کے متعلق انسانی خیالات میں پیدا کر دیا بلکہ خود عقل انسانی میں ایک تغیر پیدا کر دیا۔ اور اُسے اوہام باطلہ اور تعصبات کی جکڑ بندیوں سے آزاد کر کے حریت کے زیور سے آراستہ کر دیا پس میں نہایت انکساری اور خاکساری کے ساتھ ان فاضل بزرگوں سے استفسار میں ہدایت چاہتا ہوں۔ جو موجودہ یا سابقہ عیسائیت پر پختہ یقین

رکھتے ہیں۔ اگر ایسے اصحاب واقعی کہیں موجود ہیں +

یہ مبحث ایسا بلند پایہ اور وسیع الشان ہے کہ اسکے متعلق سوال دلآزاری اور رنج دہی کی رائے سے نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا اس کا جواب بھی کٹ حجتی کے خیال سے نہیں بلکہ پورے طور پر یقین دلانے والا ہونا چاہئیے۔ عیسائیت اسقدر شاخ در شاخ فرقوں اور گروہوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ کہ یہ کہنا مشکل ہے کہ عیسائیوں میں عام اور متفق علیہ عقیدہ کیا ہے۔ جسے عیسائیت کے نام سے موسوم کیا جا سکے عیسائیت اب ہرگز ایسی مشخص اور مصرح نہیں رہی۔ جیسا کہ مثلاً اسلام ہے۔ اسلام میں بھی مذہبی مناقشات اور فرقہ بندیاں ہوئی ہیں بہت سے اختلافات اور تفرقے پیدا ہوئے ہیں۔ جن سے اسلام کے اس پہلو کے اعتبار سے جو علم فقہ کے متعلق ہے۔ بلکہ بعض رسمیات کے بارہ میں بھی کئی فریق ہو گئے ہیں۔ لیکن اسلام کے بنیادی اصول آج بھی بعینہٖ وہی ہیں۔ جو آج سے تیرہ سو برس پیشتر تھے۔ اللہ تعالےٰ کی توحید پر کامل اور شرک سے پاک ایمان کہ وہ پاک اور بزرگ ہے حاضر و ناظر ہے۔ قادر مطلق ہے اور الرحمٰن اور الرحیم ہے۔ فراخ دلانہ اور فرق نہ کرنیوالا ایمان تمام ان انبیاء اور صحف پر جو اللہ تعالےٰ نے مختلف اقوام و ممالک کے لوگوں کی ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً اور آخری اور خاتم النبیین نبی کی بعثت سے پیشتر جو اپنے ساتھ آخری اور ابدی اور ناقابل تحریف ہمہ گیر کتاب لایا مبعوث یا نازل فرمائے اور ایمان اللہ تعالےٰ کے فرشتوں پر اور یوم آخرت پر۔ یہ تمام عقائد تا حال اسلام کے اساسی عقائد ہیں۔ علیٰ ہذا اسلام کے پانچ ارکان بھی وہی ہیں جو پہلے تھے یعنی (۱) کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر صدق دل سے ایمان (۲) نماز پنجگانہ (۳) زکوٰۃ یعنی غربا کی اعانت اور دیگر نیک کاموں کے لیئے لازمی چندہ (۴) حج کعبہ زندگی میں کم از کم ایکبار (۵) ماہ رمضان میں روزے +

بخلاف اس کے دین عیسوی میں کیا بلحاظ عقائد اور کیا بلحاظ اصول زندگی کوئی بات بھی متعین و مشخص نہیں رہی ہے۔ اکثر عیسائی اب بھی پرانے عہد نامہ کو اپنے لئے شریعت کی کتاب مانتے ہیں لیکن یہی جماعت کثیرہ بعثت مسیح کے متعلق جو عقیدہ رکھتی ہے اس کا اُسے پہلے عقیدہ سے توافق نہیں ہے۔ اسمیں کوئی شبہ نہیں ہے کہ عام عقیدہ تو یہ ہے کہ پرانا عہد نامہ الہامی کتاب ہے لیکن عام عقیدہ یہ بھی ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام ایک بالکل نئی

اور نادر شریعت لائے۔ شریعت کے آئین کی جگہ قربانی نے لیلی۔ جس سے کفارہ کا مسئلہ منتج ہوا
ان دونوں باتوں میں توافق پیدا کرنا ناممکن ہے۔ اگر شریعت کو قائم رکھا جاتا۔ اور اگر ان قوانین
کی بجا آوری جو ایک خاص قوم کے لئے خاص حالات میں وضع کیئے گئے تھے۔ اس ترقی یافتہ زمانہ میں
جبکہ نوع انسانی ایکدوسرے کے قریب تر آگئی ہے۔ ممکن ثابت ہو جاتی۔ تو صاف ظاہر تھا
کہ عیسائیوں کو عیسائی ہونے سے وہی اخلاقی یا مادی فوائد حاصل ہوتے جو یہودیوں کو یہودی ہونے سے
حاصل ہوتے ہیں لیکن عیسائیت موجودہ صورت میں تمام الہامی قوانین سے تقریباً پورے طور پر مبرا
اور بے تعلق ہو چکی ہے۔ مسیحی دنیا میں قانون سازی کا کام ان لوگوں کے ہاتھوں میں چلا گیا ہے۔
جنہیں مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ پس کاروبار کی سرانجام دہی کیلئے انفرادی یا قومی حیثیت سے ان کا
عیسائی یا دہریہ کہلانا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم عیسائی ممالک میں دیکھتے
ہیں کہ پادریوں کی مخالفت کے باوجود قانون پاس کرد یئے جاتے ہیں۔ جیسا مثلاً انگلستان میں متوفی زوجہ
کی ہمشیرہ کے ساتھ جوازِ نکاح کا قانون +

عیسائیوں کے مذہبی اور تمدنی قوانین بھی پرانے عہد نامہ کے قانون نہیں ہیں۔ ان کا سبت
الگ ہے۔ انہوں نے تعداد ازدواج کو جس کا یہودی بزرگوں میں رواج تھا۔ ترک کر دیا ہے وغیرہ وغیرہ
جیسی کہ آجکل عیسائیت کی صورت ہے۔ وہ عملاً اس عقیدہ پر عامل ہے۔ کہ حضرت مسیح ایک بالکل
نئی شریعت لائے۔ ہزاروں سال کے تجربہ کے بعد خدا کو معلوم ہوا کہ انسان جو خود اسکی مخلوق ہے۔ اس
قابل نہیں ہے۔ کہ اسکے قوانین کی تابعداری کر کے نجات حاصل کر سکے۔ لہٰذا اس نے نوع انسان
کیلئے نجات حاصل کرنے کا ایک نیا طریق نکالا اور وہ یہ کہ تمام بنی آدم کے اعمال کی ذمہ واری کا
بوجھ ایک شخص کے کندھوں پر ڈال دے۔ مسیح کے مصلوب ہونے کے دن اس بات کی ضرورت نہ رہی
کہ لوگ قانون الٰہی کی تابعداری کرتے ہیں یا نہیں۔ بلکہ فی الواقعہ یہ تسلیم کر لیا گیا۔ کہ وہ ان
قوانین کی پابندی کے فطرتاً ناقابل ہیں۔ کیونکہ انہوں نے کجروی اور نافرمانی اپنے مورث
اعلےٰ حضرت آدم اور حوا سے حصہ میں پائی ہے۔ اگر وہ دوسری دنیا میں نجات حاصل کر سکتے ہیں
تو صرف بپتسمہ کے ذریعہ سے۔ اور جہانتک دنیادی معاد کا تعلق ہے۔ یہ بادشاہوں کا فرض ہے۔ کہ
انکی نگہداشت کریں عیسائیت کو بنا بریں اس سے کوئی تعلق نہیں۔ سوائے اسکے کہ معاشرتی قوانین

مثلاً طلاق یا اقوام میں ترک مسکرات کے متعلق اصلاحات میں رکاوٹ پیدا کرے +

تمام وہ قومیں مثلاً یہودی اور مسلمان جو مذہبی شریعت رکھتی ہیں ان شریعتوں پر عمل کرتی ہیں نہ صرف ان قوانین پر جو انکی کتب مقدسہ میں مرقوم ہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کے اسوہ پر بھی۔ موسےٰ علیہ السلام یہود کیلئے سند ہیں۔ وہ ان کے لئے اسوہ اور نمونہ ہیں۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ آج بھی وہ موسیٰ کے نقش قدم پر چلنے سے کچھ حاصل کرتے ہیں یعنی کہ وہ آج اُن کے ہادی اور رہنما ہیں مسلمانوں کیلئے تو زندگی یا خیال کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جسمیں حضرت محمد صلعم کی ذات مبارک ایساہی اسوہ۔ نمونہ اور مثال پیش نہ کرتی ہو۔ جیسا کہ وہ اس زمانہ میں پیش کرتی تھی۔ جبکہ آج سے تیرہ سو سال پہلے آنحضرت صلعم بجسد عنصری اس معمورہ میں تشریف فرما تھے ہر ایک مسلمان کو اپنے ابدی راز اور ہمہ گیر پیغمبر کی ذات مبارک پر فخر اور ناز ہے۔ تاریخ کے فتوے نے ان پر ثابت کر دیا ہے۔ کہ جس قدر وہ حضرت محمد صلعم کے اُسوہ پر عمل پیرا ہوتے ہیں اسیقدر زیادہ وہ قومی اور انفرادی حیثیات سے مادی عقلی اور روحانی ترقی کرتے ہیں۔ اسلام کی پاک کتاب محفوظ ہے۔ اور تحریفات اور تصرفات سے پاک ہے۔ کیونکہ اسکی تصنیف انسانی ہاتھوں سے نہیں ہوئی ہے۔ تمام ضروری قوانین اسمیں موجود ہیں۔ پھر بھی اہل اسلام محسوس کرتے رہے ہیں۔ کہ اس دنیا میں بھی وہ اسوہ اور نمونہ کے محتاج ہیں انہوں نے نہایت صحت کے ساتھ ہزاروں احادیث نبوی جمع کی ہیں۔ اس وسیع عالم میں کوئی انسان نہیں ہے۔ بلکہ اس ہزار سالہ دنیا میں ایک انسان بھی ایسا نہیں گذرا۔ جس کے حالات زندگی اس قدر تفصیل۔ باریک بینی خلوص عقیدت اور صحت کے ساتھ معرض تحریر میں لائے گئے ہوں۔ جیسے کہ ختم المرسلین۔ ختم المصلحین۔ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات لکھے گئے ہیں مسلمان رسول اللہ کے اُسوہ کی ضرورت کامل طور پر محسوس کرتے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت نے خود فرما دیا تھا۔ کہ میں تو تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔ اسلام کا مرکزی اصول ہمیشہ مسلمانوں کو آگاہ کرتا رہتا ہے۔ کہ محمد صلعم صرف اللہ کے رسول تھے۔ یعنی اللہ کے بندے تھے باوجود اسکے تمام جہان کے مسلمانوں میں ایک متنفس بھی ایسا نہیں ملیگا۔ جو یہ یقین نہ کرتا ہو۔ کہ وہی بطور تمام جہان کیلئے اُسوۂ حسنہ ہے +

عیسائیوں کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ مسیح ان کے لئے اُسوہ نہیں ہیں۔ اور ہو بھی کیسے سکتے ہیں جبکہ اُنہوں نے اسکو خدا بنا رکھا ہے۔ وہ اُسکو خدا کے بےشمار فرزندوں سے ایک نہیں سمجھتے۔ بلکہ واحد اور اکلوتا بیٹا مانتے ہیں۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا ہوتا۔ اور اس کے نمونہ کو اس دُنیا میں ناقابلِ اتّباع نہ بنا دیا ہوتا۔ تو بھی وہ شخص جسے سر ٹکانے کو جگہ نہیں ملتی تھی۔ جو تحفظِ ذاتی کے خلاف وعظ کہتا تھا جس نے دولتمندوں کیلئے بہشت میں جانا ناممکن قرار دے دیا تھا۔ جو خود اپنی زندگی میں اپنے مٹھی بھر قریبی پیروؤں اور شاگردوں میں وفاشعاری۔ راستبازی اور اخلاقی جرأت کی رُوح نہ پھونک سکا۔ اور جو ایک قبیلے کی زندگیوں میں بھی کوئی اصلاح نہ کر سکا ممکن نہیں کہ اس زمانہ کی ترقی یافتہ اور منضبط نسل انسانی کے لئے نمونہ بن سکے +

پس یہ سمجھ لینا آسان نہیں۔ کہ عیسائی لوگ اپنے آپ کو مسیح کا پیرو کہنے سے اس دنیا میں کونسا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ فی الواقعہ وہ اسکی پیروی نہیں کرتے۔ نہایت نیک ارادوں اور نہایت بلیغ کوششوں کے باوجود وہ اسکی پیروی نہیں کر سکتے۔ عیسائیوں کو اس سے کوئی اخلاقی فائدہ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ عیسائیت زندہ نہیں ہے۔ اسلام کی طرح یہ ایک زندہ طاقت نہیں ہے۔ مسلمانوں کے اعمال و افعال ان کے عقائد پر مبنی ہوتے ہیں۔ اگر علاوہ اس کامیابی کے جو اسے نسل انسانی کے ایک کثیر حصہ کو جمہوریت۔ مساوات اور اخوت کے اصولوں پر عمل پیرا بنا دینے اور اُن میں مسکرات کو قطعاً ترک کرا دینے میں حاصل ہوئی۔ اور یہ ایسی کامیابی تھی جسمیں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اگر اسلام سوائے اسکے اس دنیا میں اور کچھ بھی نہ کرتا۔ تو بھی یہ اس قابل تھا۔ کہ ہر ایک مسلمان اپنے آپ کو مسلمان کہنے پر فخر اور ناز کرتا۔ وہ زندہ اخوت جو باوجود تنزل و انحطاط کے اس زمانہ میں بھی مسلمانوں میں پائی جاتی ہے اسلام کا ایک انمول عطیہ ہے +

جب میں قسطنطنیہ گیا۔ اور مجھے پرائیویٹ طور پر مسلمانانِ عالم کے خلیفہ شہنشاہ معظم کے حضور میں شرف باریابی بخشا گیا۔ تو میں نے عرض کیا۔ کہ اس عنایتِ خسروانہ سے مجھے اور میرے ہموطنوں کو بہت بڑا شرف اور اعزاز حاصل ہوا ہے۔ اس کا جواب نہایت مستغنی خیز تھا۔ سلطان المعظم نے فرمایا۔ کہ شرف وغیرہ کا کیا ذکر۔ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ پس وہ سب ایکدوسرے

کے مساوی درجہ رکھتے ہیں۔ کیا یہ ایسا موقعہ نہ تھا۔ کہ میں اپنے مسلمان ہونے پر فخر کرتا۔ یقیناً یہ محض زبانی یا پاسخاطر کی راہ سے نہیں تھا۔ بلکہ حقیقی اور عملی بات تھی۔ میں اس ملک میں اجنبی تھا۔ جو مرتبہ مجھے اپنے ملک میں حاصل ہے۔ سلطان المعظم کو اس کا چنداں علم نہ تھا۔ میرا نام نہ تعارف صرف یہ تھا۔ کہ میں مسلمان تھا۔ اور میں نے دیکھ لیا۔ کہ نہایت عالیمرتبت اور بلند ترین ہستی سے مساویانہ اور برادرانہ سلوک حاصل کرنے کیلئے صرف یہی سند کافی ہے۔

تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔ کہ ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ ایک انگریز مسلمان کے ایک عیسائی بھائی کو جرمنوں نے اس جنگ میں گرفتار کر لیا۔ اتفاق ایسا ہوا۔ کہ اسی کیمپ میں الجیریا کا ایک مسلمان بھی اسیر جنگ تھا۔ مسلمان قیدی کو جب معلوم ہوا۔ کہ انگریز قیدی کا ایک بھائی مسلمان ہے۔ تو اخوت اسلامی نے فوراً اپنا اثر دکھایا۔ اور اسے انگریز مسلمان بھائی کو محبت آمیز خط لکھنے پر مجبور کیا۔ حالانکہ نہ تو وہ اسکی زبان جانتا تھا۔ نہ اس کا ملک اس نے کبھی دیکھا تھا۔ اور کوئی جان پہچان نہ تھی۔

اس قسم کی ہزارہا مثالیں موجود ہیں۔ جو ثابت کرتی ہیں۔ کہ اسلامی اخوت ایک زندہ طاقت ہے۔ پس کم از کم اس لحاظ سے تو مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے بہتر حالت میں ہیں۔

بخلاف اس کے عیسائیوں میں ایسی اخوت اور ہمہ گیر جمہوریت یا مساوات ہرگز نہیں ہے امریکہ میں ایک سفید رنگ عیسائی دوسرے سیاہ رنگ والے عیسائی کو مار پیٹ کرنے سے چنداں پس و پیش نہیں کرتا۔ ہندوستان میں جب عیسائی مشنری پادری کسی نہایت نیچ ذات کے آدمی کو (اور عیسائی مشنری عموماً نہایت نیچ اور مفلس طبقہ سے اپنے رنگروٹ بھرتی کرتے ہیں) گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ تو ذات پات کا امتیاز نہ صرف باقی رہتا ہے۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے۔ نام نہاد گوروں کا مسیحی تکبر و نخوت نہایت بیدردانہ ہے عیسائیوں میں رنگی ملکی۔ براعظمی نسلی طبقی بلکہ جنسی امتیازات بھی ہمیشہ اور زندگی کے ہر شعبہ میں جسمیں مذہبی شعبہ بھی شامل ہے نہایت نمایاں رہتے ہیں۔ حالانکہ جس انسان کو وہ خدا بنا کر پوجتے ہیں وہ ایک معمولی عورت کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ جس کا خاوند نجاری پیشہ کرتا تھا۔ عیسائی جماعت میں پیشہ ور اور مزدور حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ یہانتک کہ

اُمرا کے محلّات میں تاجر پیشہ لوگوں کے اندر آنے کے لئے [illegible] پائیں دروازے مخصوص ہوتے ہیں پس مساوات اور اخوت کے اعتبار سے اور ہمہ گیر جمہوریت کے لحاظ سے کوئی عیسائی بحیثیت عیسائی ہونیکے بہتر حالت میں نہیں ہے۔ جیسا کہ ایک مسلمان ہے +

اخلاقی بندشوں کے لحاظ سے عیسائیوں کی حالت اور بھی خراب ہے۔ ایک عیسائی مُلک میں جہاں کہ کلبوں اور پرائیویٹ مکانات میں قمار بازی کی اجازت ہوتی ہے۔ جہاں زناکاری کوئی جُرم نہیں ہوتا۔ جہاں شراب خانوں کی تعداد گرجوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور جہاں شراب نوشی نہ صرف ممنوع ہی نہیں۔ بلکہ خاص خاص مواقع پر مذہبی تقدس اپنے اندر رکھتی ہے۔ وہاں ایک مسلمان مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنے آپ کو بہتر حالت میں محسوس کرتا ہے۔ کیونکہ یہ محض اسکے مذہب کی تعلیمات ہی کے فیض سے ہے۔ کہ وہ ان تمام بدیوں سے حظ اُٹھانے کی ترغیبات اور تحریصات پر قابو پانے کے قابل ہو جاتا ہے +

مسلمانوں کی زندگی ان کے مذہب کے قواعد کے پورے پورے تابع ہوتی ہے عیسائیوں کی زندگی پر ان کے مذہب کا ہرگز کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور اگر ہوتا ہے تو بہت کم۔ اسلام ایک مسلمان کو تمام وہ قوانین اور تعلیمات دیتا ہے۔ جو اس کو ایک بہتر رعایا۔ بہتر سپاہی بہتر تاجر۔ بہتر سیاست دان۔ الغرض بحیثیت مجموعی بہتر مرد اور عورت بنانے کیلئے ضروری ہیں عیسائیت کو ان جُملہ معاملات سے کوئی واسطہ نہیں۔ ان کے پیرو ؤں کو اس سے کوئی مدد نہیں ملتی۔ اس سے وہ کوئی ہدایت نہیں پاتے۔ یہ ان کو کوئی ضابطہ نہیں سکھاتی +

پس اخلاقی تمدنی۔ سیاسی یا اخوت ہمہ گیر کے اعتبار سے عیسائیت قطعی بے سُود ہے اور اس سے کوئی خاص فائدہ نظر نہیں آتا۔ اور نہ ہی میری سمجھ میں آتا ہے۔ کہ اس شخص کو جو یہ یقین کرتا ہے کہ اس کے اعمال کی ذمہ داری کا بار کسی دوسرے کے کندھوں پر ڈالا جا چکا ہے اور اسکی نجات اور بھلائی بجائے اسکے کہ اپنے اعمال پر مبنی ہو اس کا انحصار کسی دوسرے شخص کے خون کی قربانی پر ایمان لانے پر ہو جو ان تمام لوگوں کیلئے جو اس پر ایمان لاتے ہیں کفارہ ہو کر مرا۔ ایسے شخص کو اس مذہب سے کیا رُوحانی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ کسی مسلمان شاعر نے کیا خوب کہا ہے ۔؎

حقا کہ با عقوبتِ دوزخ برابر ست
رفتن بہ پائمردیٔ ہمسایہ در بہشت

مسیح کے خون کے ذریعہ کفارہ کا ایمان اگر وہ ایمانِ واقعی اور حقیقی ہو۔ تو سوائے بغایت مخرب الاخلاق ہونے کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ مجھے یقینِ واثق ہے۔ کہ کوئی سلطنت اس ایمان کی بناء پر کہ بپتسمہ ہی حصولِ نجات جبلی اور فطری معصیت کی بیخکنی کیلئے کافی ہے۔ قوم کے بچوں کو اخلاقی قوانین و احکامات کی تعلیم دینا ترک نہیں کر دیگی +

اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ کوئی رُوح جو خود اپنا بار اُٹھائے ہوئے ہے کسی دوسری رُوح کا بار نہیں اُٹھائیگی۔ غیر مسلم لوگ اپنے اعمال کا نتیجہ پالینگے اور مسلمان اپنے اعمال کا اجر پالینگے و علیٰ ہذا القیاس +

خُون کے ذریعہ حصولِ نجات کا عقیدہ نہ صرف مخربِ اخلاق ہے بلکہ بالکل وحشیانہ ہے۔ رُوحانیت اور تقویٰ کے خلاف اس سے زیادہ اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ قادر مطلق۔ رحیم اور منصف خُدا نہ صرف ایک سفاکانہ قتل تجویز کرے۔ بلکہ ایک معصوم انسان کو نہایت شدید عذاب کا شکار بنائے۔ خواہ اس فعل کا مقصد تمام نسل انسانی کی نجات ہی کیوں نہ ہو۔ یہ عقیدہ تو خدا کو ایک ظالم سنگدل اور ناکارہ ہستی ثابت کرتا ہے۔ جو دیدہ و دانستہ اپنے اکلوتے بیٹے پر عذاب الیم نازل کرنے کا صرف اس وجہ سے تہیہ کر لیتا ہے۔ کہ وہ خود انسانی رُوح کو معصُوم پیدا نہ کر سکا۔ اس سے تو خدا ایک معمُولی آدمی سے جو اپنے لختِ جگر کو رنج و بلا سے محفوظ رکھنے کیلئے خود اپنے آپ کو گرفتار بلا کرنے کو تیار ہو جائیگا بھی کم محبت کرنے والا کم فیاض اور کم شفقتِ پدری رکھنے والا ثابت ہوتا ہے +

کیا ایسے عقائد سے کوئی شخص بھی جو اپنے اندر رُوح رکھتا ہے رُوحانیت میں ترقی کر سکتا ہے۔ کیا ایسے ایمان سے اسکو راحت اور طمانیت حاصل ہو سکتی ہے۔ نسل انسانی کا بہترین طبقہ اس قسم کی خود غرضی سے بہت بالا ہے۔ کہ ایسے مکروہ عقائد پر ایمان لاکر دوسرے دُنیا میں نجات کے وعدہ پر خوش ہو۔ ایک بلند ہمت اور عالی حوصلہ شخص ایسے خدا کی پرستش کرنے کی بجائے جو اسقدر بے درد۔ ظالم اور سفاک ہے کہ اسنے اپنے اکلوتے بیٹے کو عذاب میں گرفتار کرنے کا منصوبہ

باندھا۔ اسبات کو زیادہ پسند کریگا۔ کہ اس خدا کے قہر کا شکار بنے اور ابدی جہنم میں ہیے ایک بلند ہمت شخص اپنے اعمال بد کی سزا بھگتنا زیادہ پسند کریگا۔ اور یہ گوارا نہ کریگا کہ کوئی بیگناہ آدمی اسکی جگہ اسکو بچانے کیلئے سزا پائے +

جو عیسائی اس عقیدہ سے اپنے قلب میں راحت محسوس کرتے ہیں کہ مسیح کا خون اُن کیلئے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ یہ کبھی ہو نہیں سکتا کہ شرافت و نجابت اور عدل و انصاف کا صحیح مفہوم انکے دلوں میں ہو۔ مردمی بلکہ انثیت کے درجہ سے بھی وہ بہت گرے ہوئے ہیں۔ اگر میں یہاں یوں کہ کسی دوسرے شخص نے میری جگہ اپنی جان دیدی ہے۔ تو خوش ہونے کی بجائے میری تمام عمر رنج و الم کی تلخکامی میں گذریگی۔ کیا کسی مرد یا عورت کو کوئی تسلی اسبات سے ہو سکتی ہے کہ مسیح اُن کیلئے ظلم کی موت مرا +

نہ صرف اخلاقی نقطۂ نظر سے بلکہ الٰہیات کے نقطۂ نظر سے بھی مسیحی تثلیث کا عقیدہ کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ اور مذہب میں ایک گھندسانہ پیچیدگی داخل کرنیسے کوئی زمینی مفاد یا سماوی طمانیت حاصل نہیں ہوسکتی۔ واحد علیم و بصیر۔ قادر مطلق رحیم لیکن ساتھ ہی جزا و سزا کے مالک خدا پر ایمان لانا اور اسکے آگے سر بسجود ہونا بہت زیادہ سیدھا سادہ دلنشین ہونیوالا اور روح کو ترقی دینے والا ہے اس سے کہ انسان اپنے دماغ کو پریشان کرے اور ازراہِ خوش عقیدگی ظاہرداری کے طور پر ایمان لے آئے۔ کہ "ایک تین ہے اور تین ایک ہے"۔ تضرّع۔ محبت! طاعت اور تابعداری کو ایک سے زیادہ ہستیوں میں کیوں تقسیم کرتے ہو۔ اس سے کیا فائدہ ہے۔ اس سے کونسی راحت حاصل ہوتی ہے۔ اگر خدا قادر مطلق ہے۔ تو اسکو ایک بیٹے کی امداد کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ علیم و بصیر اور رحمٰن ہے تو انسان کو اسبات کی ضرورت نہیں کہ اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کسی دوسرے انسان کو وسیلہ بنائے +

اگر ہم مسیح کی صلیب کشی کے سانحۂ روح فرسا پر ایمان لے بھی آئیں۔ کہ خدا نے اپنا اکلوتا کو بھیجا کہ عذاب سہے اور قتل ہو۔ تو اب تثلیث پر ایمان رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جبکہ باپ اور بیٹا پھر ایک ہوگئے ہیں۔ بیٹا پھر باپ کے اندر ضم ہوگیا ہے۔ لہذا تمام عبادت اور عاجزی صرف باپ کے آگے ہی ہونی چاہئے۔ خدائے منقسم پر اب کیوں ایمان جاری رکھا جائے۔ اور خدا کے لئے یہ بھی تو

بتاؤ کہ خدا کا رحم اور محبت بمقابلہ نہایت قلیل تعداد تک کیوں محدود رکھتے ہو مسیحی المناک واقعہ پر ایمان رکھنے والوں کی تعداد نسل انسانی کے اس کثیر حصہ کے مقابلہ میں جو اس پر ایمان نہیں رکھتی بہت تھوڑی ہے ۔ انہیں کیوں ابدی جہنم کا سزاوار ٹھیراتے ہو اور اس قرآنی تعلیم پر کیوں عمل نہیں کرتے کہ ان الذین امنو والذین ھادو والنصاری والسابیین من امن باللہ والیوم الاخر وعمل الصالحا فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (سورہ بقر آیہ ۶۲) ترجمہ۔ تحقیق وہ جو ایمان لائے (مسلمان) اور وہ جو یہودی ہیں اور عیسائی ہیں اور سابی ہیں جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے۔ وہ اپنے رب سے اس کا اجر پائینگے۔ پس ان کے لئے خوف نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان کو رنج ہوگا +

الغرض کسی پہلو سے بھی نگاہ ڈالی جائے بحیثیت مذہب اخلاقی قوت۔ نظام تمدن ملائمت اور نرمی پیدا کرنے اور عقل کو فروغ دینے کا ذریعہ اور طاقتور محرک عمل ہونے کے عیسائیت کا مفاد اسلام کے مقابلہ میں بہت تھوڑا ہے۔ اسلام تمدنی پاکیزگی اور مسکرات سے قومی پرہیزگی کی کامیابی کے ساتھ تعلیم دیتا ہے عیسائیت ایسا نہیں کرتی۔ اسلامی ہمگیر اخوت اور مساوات عمومی کی عملی تعلیم دیتا ہے۔ دین مسیحی اس سے قاصر ہے۔ اسلام موثر اخلاقی قوانین نافذ کرتا ہے عیسویت اس سے غافل ہے۔ اسلام مردانگی۔ بہادری عمل اور قوت کی روح پھونکتا ہے۔ نصرانیت بہتی اباحت اور رہبانیت پیدا کرتی ہے اسلام عملی تحقیقات واشاعت علوم سفر اور تجارت کی حمایت کرتا اور حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ مسیحیت کا جب روز تھا۔ تو اس نے ان سب کی مخالفت کی۔ اور ہسپانیہ سے لیکر گلیلو تک ذکی الذہن اور نئے خیالات پیدا کرنیوالوں کے ساتھ نہایت بے دردانہ سلوک کیا جہاں اسلام نے غلاموں کو آزادی اور عورتوں کو حقوق دینے کیلئے قوانین بنائے وہاں عیسائی مذہب نے غلاموں پر جفا کاری کی اور عورتوں کو جادوگرنیاں کہکر زندہ آگ میں جھونک دیا عیسائی مذہب نے سب سے زیادہ خون بہایا ہے۔ اور سب سے زیادہ انسانوں کو ایذا اور دکھ پہنچایا ہے +

عیسائیت کا آلٰہیات کا پہلو وحشیوں سے بھی گرا ہؤا ہے خالص ویدک اور بدھی مطمح نظر بھی اس سے بلند مرتبہ رکھتے ہیں وے یدمت اور بدھ مت دونوں نے خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے انسان کے لئے ایک راہ نکالی ہے۔ گو وہ تنگ پُرخطر دشوار گذار اور مشکل ہے تاہم انہوں نے انسان کو بلند کرنے کی کوشش کی ہے +

اسلام ایک کشادہ صاف پختہ جنگلہ دار اور ہموار راستہ۔ شاہراہ بلکہ شارع عام بنانے میں کامیاب ہؤا۔ جس پر اندھے بھی سلامتی سے چل سکیں اور عورتیں اور بچے بھی خدا کی راہ میں چل سکیں۔ اسلام نے انسان کو اس زمین پر خدا کا خلیفہ بنا دیا۔ جو سوائے اس بالا و برتر ذات کے اور کسی سے کم نہ رہا۔ بخلاف اسکے دین عیسوی نے انسان کو ایک بدنصیب بدبخت اور فطرتاً معصیت کار بتایا۔ عیسائیت نے خود خدا کو بھی نیچے گھسیٹ کر انسان کے برابر کر دیا اور اسے ایک ایسا انسان بنا دکھایا۔ جو انسانی اور شہوانی جذبات سے پُر ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایک بچہ پیدا کر دیتا ہے۔ دین مسیحی نے خدا کو بُت پرستوں کا سا خدا بنا دیا ہے۔ جس کا قہر صرف خونی قربانی سے ہی ٹھنڈا ہو سکتا ہے۔ جو مصیبت اور بلائیں بھیجتا ہے بشری خصائص اور کیفیات سے متصف ہے۔ انصاف نہیں کرتا۔ اسکے بیٹے کے توسل کے بغیر اس تک پہنچنا ناممکن ہے۔ وقس علیٰ ہذا۔ عیسائیت نے خدا کا رتبہ کم کیا۔ انبیا کا رتبہ کم کیا۔ اخلاقی۔ روحانیت اور انسانیت کو ذلیل کر دیا۔ اور فرشتوں پر کفر لگا دیا کہ نافرمانی اور گناہ کی علت اولیٰ یہی ہے۔ پس عیسائیت سے انسانی روح کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے ہر ایک مرد اور عورت کو جو اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں۔ یہ سوال اپنے آپ سے پوچھنا چاہیئے +

مندرجہ بالا گفتگو سے یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ مسیح کی ذات کی کوئی عزت میرے دل میں نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ میں اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہہ سکتا اگر میرے دل میں حضرت مسیح علیہ السلام کی عزت نہ ہو۔ وہ ایک اولوالعزم پیغمبر تھے۔ گو اتنی محبت تو نہیں لیکن اسقدر عزت میرے دل میں حضرت مسیح کی ہے جس قدر خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے لئے ہے۔ مجھے کوئی شبہ نہیں کہ وہ عیسائی لوگ (بدقسمتی سے انکی تعداد نہایت ہی قلیل ہے) جو مسیح کی درویشانہ زندگی کا تتبع کرتے ہیں جو سادگی اور افلاس کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

مجرد اور تارک الدنیا رہتے ہیں انکساری اور مسکینی سے رہتے ہیں اور ہمہ تن مصروف عبادت ہیں ۔ وہ اس قسم کی زندگی سے کچھ نہ کچھ قلبی راحت اور سکون محسوس کرتے ہوں گے گوان کے لئے بھی شاید گوتم بدھ بہتر نمونہ ہوتا لیکن جس سوال کی تشریح میں چاہتا ہوں ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ وہ بیش کروڑ انسان جو اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں عیسائیت سے کیا فائدہ اٹھاتے ہیں وہ بوجہ عیسائی ہونے کے آپ کو کس طرح بہتر حالت میں پاتے ہیں ۔ عیسائیوں کو عیسائیت سے کونسا روحانی ۔ اخلاقی ۔ سیاسی ۔ تمدنی یا عقلی فائدہ ہوتا ہے ۔ عیسائیت کے وجود کے ہی سرے سے کیا فائدہ ہے +

(القدوائی)

اسلام سراسر امن ہے

اسلام و وفاداری مترادف ہیں تاج برطانیہ کا وفادار حامی اور قیصر ہند شاہ انگلستان کا عقیدت کیش ہواہ خواہ ہونے کی حیثیت سے میں اس امر کا اظہار کر دینا اپنا فرض منصبی سمجھتا ہوں ۔ کہ پیغمبر عرب صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کی اشاعت اور اسلام کے حلقہ بگوشوں کی کثرت کسی طرح بھی سلطنت برطانیہ کیلئے موجب خطرہ نہیں ہو سکتی ۔ کیونکہ **اسلام** اور **وفاداری** دو مترادف الفاظ ہیں ۔ اور ہر ایک مومن جو قرآن کو خدا کی کلام سمجھتا ہے ۔ اُس کا فرض ہے ۔ کہ محبت آلہی اور شفقت علے خلق اللہ کو اپنا شعار بنائے ۔ اور دُنیا کے کسی لالچ یا حرص سے مغلوب ہو کر صراط مستقیم کو نہ چھوڑے ۔ اور ہمیشہ بغاوت و دغا کی راہوں سے بچتا رہے +

مسلمان باغی نہیں ہو سکتا قرآن کریم میں لکھا ہے ۔ لا اکراہ فی الدین یعنی دین میں کوئی زبردستی نہیں ۔ اور اس حکم کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے ماقبل آیت الکرسی جیسا اسم اعظم اور بعد میں مفصلہ ذیل ارشاد باری ہے ۔

قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویومن	تحقیق ظاہر ہو گئی نیکی بغاوت سے پس جو شخص انکار کرے شیطان کا اور ایمان لائے اللہ پر

باﷲ فضلا ستمسك بالعروة الوثقى لا انفصام لها واﷲ سميع العليم

اس نے پکڑ لیا مضبوط رسہ کو جو کہ ٹوٹنے والا نہیں ہے۔ اور اللہ تعالے سُننے والا اور جاننے والا ہے +

اب اِس حکم ربانی سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کا عامل ہرگز کوئی ایسی راہ اختیار نہیں کرسکتا۔ جو بغاوت کے گرد و غُبار سے آلودہ اور امن و آشتی سے بیگانہ ہو +

حقیقی مُسلمان

ہر ایک سچا مُسلمان خدا تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کو اپنا فرضِ اولین سمجھنا اور خالق ارض و سما کی رضا کے سامنے تسلیم و نیاز خم کرنا اپنے لئے نہ صرف موجب سعادت تصور کرتا ہے۔ بلکہ اسکی نظر میں مقام تسلیم ہی وہ مقام ہے جہاں سے بہشت بریں بہت قریب اور نزدیک ہے اُس مقام پر پہنچا ہؤا مومن خواہ امیر ہو یا غریب۔ وہ بہرحال محبت اور عشقِ الٰہی کے جام تلطف آفرین سے سرشار رہتا اور ورلی زندگی کے جملہ بیم و ہراس سے امن میں ہوتا ہے۔ اور وہ کیوں اس امن و سلامتی سے بہرہ اندوز نہ ہو؟ جب کہ اس کے رگ و ریشہ میں یہ خواہش سرایت کرچکی ہے۔ کہ اس کا کوئی فعل خلاف منشاء ایزدی نہ ہوگا اور وہ ہر حالت میں رُوح القدس کی رہنمائی اور تائید سے خدائیتعالیٰ کی خوشنودی اور رضا جوئی حاصل کرتا رہیگا مسیحی دُنیا اگرچہ حقیقی مُسلمان کے مدارج سے ناواقف ہے تاہم فطرت انسانی نے ان دُعاؤں کی کتاب میں بھی محولہ بالا مقام کے حصُول کیلئے ایک دعا کا اندراج کرادیا ہے۔ جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

امن و سلامتی کے لیے دُعا

اے خُداوند خدا! ہم تیرے بغیر تیری عبادت کرنے کے قابل نہیں ہوسکتے۔ پس تو اے رحیم و کریم خُداوند رُوح القدُس سے ہماری رہنمائی کر اور ہمارے دلوں پر حکومت کر +

سُبحان اللہ کیا اعلیٰ دُعا ہے۔ اور مخلوق کی طرف سے اپنے خالق کے حضُور میں کیسی نیازمندانہ التجا ہے لیکن اگر اس انسانی تصنیف کردہ دُعا کو دین فطرت کے آسمانی صحیفہ کی فتحتاحی دُعا کے سامنے رکھ دیا جائے۔ تو نہ صرف یہ کہنا پڑیگا کہ

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

بلکہ اسباب کا بھی مقر ہونا پڑیگا ۔ کہ حقیقی **سلامتی ، امن** کا وہی راستہ ہے جس کی طرف قرآن کریم کی پہلی سورت لیجارہی ہے +

اللہ ! اللہ کیا پاک عبارت ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۔ یعنی مولا ہم تو صرف اُنہی لوگوں کا راستہ چاہتے ہیں ۔ جن پر تیرا انعام ہُوا ہے ۔ اور یہ راستہ اے رب العلمین ہم ابھی عرض کر چکے ہیں ۔ کہ ہم صرف اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ یعنی تیرے ہی حضور جھکنے اور تیری ہی مدد و رہنمائی سے حاصل کر سکتے ہیں +

تسلی دینے والا مذہب اب جو قوم صرف خدا ہی سے اپنی دستگیری اور راہنموئی کی ملتجی ہو اور اسی اسلام یعنی مبداء سلامتی سے اپنی سلامتی اور امن کی خواہاں ہو ۔ بھلا وہ کیونکر بغاوت کی راہیں اختیار کر سکتی اور کیونکر اپنے اطمینان قلب کو خلجان و بدلی سے مُبدّل کر کے خدا کی عطا کردہ تسلی و تسکین کو پس پشت ڈال سکتی ہے ؟ اور ہر ایک سچا مسلمان جو ذات باری کو احکم الحاکمین اور اسلام کو "تسلی دینے" والی سچائی کی رُوح کا تعلیم کردہ پاک مذہب یقین کرتا ہے ۔ اسکی نظر میں مشرق بعیدہ کا ازرنگ چینی یا برّاعظم افریقہ کا سیاہ فام حبشی نئی دُنیا کا سُرخ رنگ انڈین ہو یا فرنگستان کا گورا فرنجی سب کے سب ایک ہی خدا کی مخلوق اور ایک ہی آسمان کے نیچے رہنے والے انسان ہیں مسلمان کو اُنکی دنیوی حیثیت اُن کے مُلکی حالات ان کی قومیت اختلاف السنہ اور آب وہوا سے سروکار نہیں ۔ اگر وہ اُس کے ہم عقیدہ ہیں تو کُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَةٌ کے ماتحت اُن کے برادران دینی ہیں ۔ اگر وہ مسافر ہیں تو ابناء السبیل ہونے کی حیثیت سے قابل خدمت ہیں ۔ اگر وہ محکوم ہیں تو رعیت ہونے کے باعث قابل رعایت ہیں ۔ اور اگر وہ حاکم ہیں ۔ تو سلامتی کا مذہب اُن کی **اطاعت** اور **وفاداری** کا سبق دیتا ہے ۔ غرض ہر حالت میں اسلام کامل تسلی اور امن کا مذہب ہے ۔ اور اسکی تعلیم تشکر و تلطف ۔ جود و سخاوت ۔ کامل اطاعت و حمد و ثنائے الٰہی اور صلح و آشتی کے سُنہری اصولوں پر مبنی ہے +

امن کیلئے جنگ کرنی پڑتی ہے ہمارے مسیحی دوست کہ سکتے ہیں کہ دراصل

امن کا مذہب تو مسیحیت ہے۔ کیونکہ خداوند یسوع مسیح نے فرمایا "جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اسکی طرف پھیر دے" لیکن میں کہوں گا۔ یہ تعلیم مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں ہی موزوں ہو سکتی تھی۔ اب تو اس پر عمل کرنا بعض حالات میں معصیت کا موجب ہو سکتا ہے کیونکہ شیطان کی افواج تمام اقطاع عالم میں مستعدی سے یلغار کرتی اور ایمان کے قلعوں کو توڑنے میں مصروف ہیں۔ اِس لئے امن کی بحالی کی بہترین صورت اب یہی ہے۔ کہ بدیوں کے شہزادہ کو دار پر لٹکا دیا جائے۔ اور جزاءُ سیئۃٍ سیئۃٌ مثلھا پر عمل پیرا ہو کر شیاطین کے کیمپ پر خطرناک گولہ باری کی جائے لیکن سوال یہ ہے کہ اس عظیم الشان جنگ کی طرح کس طرح ڈالی جائے؟ اور تاریکی کے فرزندوں کا کن قوانین حرب کے ساتھ مقابلہ کیا جائے؟ اور ملائکہ کی افواج کس کے اشارہ و ارشاد پر میدان جنگ میں اُتریں؟

شہزادۂ امن

ان سوالوں کا بہترین جواب صرف وہی لوگ دے سکتے ہیں۔ جو الہام الٰہی کے تواتر پر ایمان رکھتے اور اس بات کے قائل ہیں۔ کہ قادر مطلق خدائے یگانہ اب بھی اسیطرح زندہ خدا ہے۔ جس طرح وہ پہلے انبیاء کے زمانہ میں تھا۔ اور اب بھی ہماری ہدایت کیلئے اسیطرح آسمان کے دروازے کھلے ہیں جس طرح پہلے تھے +

ایسے مومن اپنے ایمان کی بناء پر کہہ سکتے ہیں۔ کہ چونکہ حضرت رب الارباب جناب احدیت مآب کو نقصِ امن اور بغاوت ناپسند ہے۔ لہذا مقدر تھا کہ رب العٰلمین کی پیشگاہِ عالی سے لشکر اشرار کی سرکوبی کا خاص حکمنامہ ایک موعود شہزادۂ امن یا آسمانی سپہ سالار کے سپرد ہو اور وہ شیطان کی باغی جمعیت و ذریت کو مغلوب و مقہور کر کے اُن کی شرارتوں سے خدا کے پاکباز کو مخلصی دے +

وہ مثیل انبیا ہوتا ہے

لیکن جب ایسے شخص دنیا کی اصلاح اور تاریکی کے فرزندوں کی گوشمالی کے لئے مقرر ہوتے ہیں۔ تو شیطان کے کیمپ میں ایک کھلبلی مچ جاتی ہے۔ اور کم فہمی سے دوست کو دشمن خیال کر لینے کی غلطی کا ارتکاب ہوتا ہے مثلاً کسی وقت دنیا اپنی ارتقائی رفتار سے ترقی کرتے کرتے ایسی حالت میں پہنچے کہ مسیح علیہ السلام

کی نرم تعلیم میں مصلحت وقت کے تقاضا سے ترمیم یا ایزادی کی ضرورت لاحق ہو تو خیال کیا جائیگا۔ کہ ایسی تعلیم کا وعظ کرنیوالا دجال اور مسیح کا دشمن ہے۔ حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ ایسا شخص تو خدا تعالےٰ کے ہاتھ میں بمنزلہ ایک آلہ کے ہوتا ہے۔ اور اُس سے وہی کام لیا جاتا ہے جس کیلئے موسیٰ۔ مسیح اور محمد الرسول صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت وقوع میں آئی تھی۔ وہ سلسلۂ انبیاء کی زنجیر کا ایک جزو اور الہام آلہی کے چشمہ سے جاری شدہ ندی کے پانی کی مانند ہوتا ہے چونکہ قانون فطرت کی دفعات غیر مُبدّل اور غیر متغیر ہیں۔ لہذا بعد میں آنیوالا الہام اپنی نوعیت میں نرالا ہونے کی بجائے سابقہ الہامات سے مماثلت رکھتا۔ اور ملہم من اللہ انبیائے سابقین کا مثیل ہوتا ہے +

دُنیا مخالفت کرتی ہے

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آسمانی لوگوں کی آمد پر زمینی انسانوں کو اُن کے شناخت کرنے میں ہمیشہ غلطی لگتی رہتی ہے۔ جس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں۔ کہ دُنیا شیاطین کے زیر اثر ہو کر آسمانی حکومت سے بغاوت کا رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ اور جب کوئی آسمانی عامل پروانۂ حکومت لے کر آتا ہے۔ اور اپنی سرکار کے محکم وصریح احکام سُناتا ہے۔ تو باوجود اس صراحت وتوضیح کے بگڑی ہوئی دُنیا اُس مُرسل من اللہ کو مجنون وسڑی اور وہمی خیال کرتی ہے۔ آہ۔ اُس پیار کرنیوالے ہاتھ کو کاٹنے کی کوشش کی جاتی اور آسمانی پیغام سُنانے کا صلہ مخالفت اور ایذادہی کی صُورت میں دیا جاتا ہے مگر آخر فرشتے اُس کی نصرت کو آتے اور ایک نہ ایک دن تاریکی کے بادلوں کو کاٹ کر راستی کا مُنوّر چہرہ دُنیا کو دکھاتے ہیں +

مخالفت کی وجہ جہالت ہے

یہاں پر اگر کوئی شخص مُتعجّب ہو کر پُوچھے۔ کہ ایں! اپنے محسن اور بہی خواہ کی مخالفت کی جا سکتی ہے؟ تو میں کہوں گا۔ کہ اس مخالفت کی وجہ نادانی اور ناواقفی ہے۔ اور چنانچہ آپ فرض کر لیں۔ کہ اگر آج کوئی شخص البرٹ ہال میں لیکچر دیتا ہؤا کہدے۔ کہ مَیں یوحنا فقیہہ کی کرامات مندرجہ کتاب مکاشفات

کا اپنی ذات میں مشاہدہ کیا ہے۔ تو ایسے خطیب پر فوراً مجنون ہونے کا فتویٰ صادر کیا جائیگا اور اسے اپنے دماغ کا علاج کرانے کا مشورہ دیا جائیگا۔ اور کوئی تحقیقات نہ ہوگی۔ کہ آیا اُس کا بیان صحیح ہے یا غلط۔ اس جلد بازی اور حق کی تلاش سے لاپرواہی کا باعث یہ ہے۔ کہ دہریت اور مادیت نے دُنیا پر غلبہ حاصل کرلیا ہے اور وہ خداوند تعالےٰ کی لامحدُود طاقتوں سے ناواقف ہونے کے باعث یہ نہیں جانتے۔ کہ وہ اپنے قوانین کو معطّل مبدّل یا حالات کے موافق کرسکتا ہے۔ اور

شہزادۂ امن کے اوصاف

اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا ہے الہام سے مستفیض کرکے مختلف عالموں کی خوبیوں اور کُنہ سے آگاہی بخشتا ہے۔ اور اُس کو غیب کے اُن امُور سے مطلع کرتا ہے۔ جن کی اُس عالم الغیب کی وساطت کے بغیر کسی نفس کو قطعاً اِطلاع نہیں ہوسکتی۔ اور اِس طرح وہ السلام خدا شیطان کے مکاید وحیل کو توڑنے اسکی بڑھی ہوئی افواج کو شکست دے کر امن وامان بحال کرنے کے لئے بوقت ضرورت ایک شہزادۂ امن مامُور کرکے اسلام کی نصرت کرتا رہتا ہے

پس اے مسلم! تُو خوش ہو۔ کہ تیرا مذہب سراسر امن ہے"۔

کتاب عسل مصفےٰ

اس کتاب میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ السلام و حضرت مہدی علیہ السلام کی آمد کے مفصل ومبسوط بحث ہے۔ یہ کتاب قابل دید ہے جو مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام ومہدی علیہ السلام کی آمد کے متعلق تحقیقات کرنا چاہتا ہو وہ اس کتاب کو منگا کر دیکھے۔ اسمیں بڑی قیمتی معلومات کا ذخیرہ پائیگا۔ یہ دو ضخیم جلدوں میں ہے۔ قیمت ہر دو جلد ... للعہ/ ۸

سلاجیت (مومیائی)

یہ بے ضرر زود اثر مفرد دوائی صدر درجہ کی مقوی اعصاب ومعدہ ہے۔ جگر گردہ ومثانہ کو مضبوط کرتی ہے۔ زکام۔ ریزش۔ درد کمر یا دیگر دردوں کو بھی جو ریح یا چوٹ کے باعث ہوں دُور کرتی ہے تمام دن کی محنت کے بعد بہت کم تھکاوٹ اس کے استعمال سے ہوتی ہے مرد وزن بچہ بوڑھا ہر موسم میں بلاتمیز استعمال کرسکتے ہیں۔ قیمت فی تولہ ایک روپیہ (عہ/) خوراک ایک رتی سے دو رتی حسب مزاج ہمراہ دودھ استعمال کریں۔

المشتہر خواجہ عبد الغنی عزیز منزل۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

الم یان للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق

کیا ابھی ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں۔ یہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل سے ذکر کے لئے اور اس کے لئے جو حق سے نازل ہُوا جھک جائیں +

برادرانِ اسلام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک دردِ دل کا پیغام آپ کی خدمت میں پہنچاتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ آپ کے دلوں کو اس کے لئے کھول دے +

اسلام پر مصائب کی انتہا ہوگئی ہے۔ بہتوں کی نظر اسلام کی ملکی طاقت کے جاتے رہنے پر ہے۔ اس کی بادشاہتوں کی بربادی میں وہ اسلام کی تباہی کا نقشہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ عیسائی۔ پادری کھلے طور پر یہ لکھتے ہیں کہ اسلام اب تباہ ہو جائیگا۔ کیونکہ اسکی طاقت کا موجب اس کا ملکی اقتدار تھا۔ وہ جاتا رہا۔ واقعاتِ عالم کو دیکھ کر کچھ د... کے دل بھی بیٹھے جاتے تھے۔ مگر علیم وحکیم خدا نے اسلام کی کمزوری... تھا۔ ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِ...

خدا وہ ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا۔ تاکہ اسے سارے دینوں پر غالب کرے۔ یہ

خدا کا وعدہ

اسلام کے بڑے بڑے مصائب کے وقت میں سچا ہوا۔ خود بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ایسے موقع آئے کہ دشمنان اسلام نے سمجھا کہ اسلام اب گیا۔ کبھی عین میدان جنگ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مارا جانے کی خبر اڑتی ہے مگر ایمان ان لوگوں کا تھا۔ کہ اس خبر کو سُن کر بول اٹھے ان کان محمدا قد قتل فرب محمد لم یقتل۔ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے۔ تو رب محمدؐ قتل نہیں ہوا۔ کبھی چوبیس ہزار لشکر جرار مٹھی بھر مسلمانوں کو محصور کر لیتا ہے۔ اور کمزور دلوں میں وعدہ الٰہی کی صداقت پر شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ تو سچے مومن بجائے گھبرانے کے پکار اٹھتے ہیں۔ ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ یہ وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا (کہ اسلام پر بڑے بڑے سختی کے دن آئینگے) اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا (کہ اسلام آخر کار کامیاب اور غالب ہوگا) اور تھوڑے ہی دنوں میں۔

اسلام کی بادشاہت دور دراز ملکوں میں قائم ہو جاتی ہے

کبھی ایک دوسرا نقشہ نظر آتا ہے۔ کہ اسلام کی سلطنت غیر مسلموں (تاتاریوں) کے ہاتھ سے تباہ ہو کر جب اسلام شکست خوردہ نظر آتا ہے۔ تو خود فاتح قوم ہی اسلام کی زبردست آسمانی سلطنت کے سامنے سر جھکا دیتی ہے۔ اور یوں **شکست ہی اسلام کی فتح کا موجب** ہو جاتی ہے۔ غرض اگر کبھی خدا کا زبردست ہاتھ اپنے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے اسلام کے غریب نام لیواؤں کو ملکوں کا فاتح اور بادشاہ بنا دیتا ہے تو وہی زبردست ہاتھ دوسرے وقت میں زبردست فاتحین اور بادشاہوں کو اسلام کی غلامی میں لا کھڑا کرتا ہے۔ پس اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اسلام کا ملکی اقتدار جاتا رہا۔ تو اس میں اسلام کی مغلوبیت کی کوئی دلیل نہیں بلکہ **فتح کا پیش خیمہ** ہے۔ اور یہ ملکی اقتدار کوئی ایسی چیز نہیں جس پر کسی مذہب کی بنا ہو بلکہ یہ خود ایک تبدیل ہوتے رہنے والی چیز ہے۔ اور سب

سے بڑھ کر یہ کہ ہر قوم کا اپنی قسمت اور اپنے نظم ونسق کا آپ مالک ہوتے چلے جانا ایک ایسا امر ہے جس کی طرف کل دنیا میں ایک حرکت پیدا ہو رہی ہے۔ مذہب کے اصول ہمیشہ کے لئے قایم ہیں۔ بدلنے والی چیزیں ان پر اپنا کوئی اثر ڈال لیں۔ مگر ان اصول کو برباد نہیں کرسکتیں

اسلام کی آخری کامیابی

دنیا کے کل مذاہب پر غالب آنے کی خوشخبری جو ہم کو ہمارے مولا نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر دی اور جس کا ظہور ان تیرہ سو سال میں وقتاً فوقتاً ہوتا رہا ہے۔ اگر غور کی نگہ سے دیکھا جائے تو آج اس کے کھلے آثار بھی ہم کو نظر آتے ہیں۔ بلکہ خود یہ جنگ جس میں چار ساڑھے چار سال کے عرصہ میں لاکھوں کی تعداد میں تندرست اور توانا انسان خاک کے نیچے جا سوئے اگر کوئی دیرپا خوشخبری ہم کو دیتی ہے تو وہ **اصول اسلامی کی کامیابی** ہے۔ آجتک عیسائی مذہب کو یہ فخر رہا کہ انجیل کی اخلاقی تعلیم نہایت اعلےٰ درجہ کی ہے۔ اور قرآن اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ کیونکہ انجیل کہتی ہے دشمنوں سے پیار اور محبت کرو مگر قرآن دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے کا بھی حکم دیتا ہے۔ ساری دنیا کو ایک جنگ میں شامل کرکے خدا نے اپنے طاقتور ہاتھ سے بتا دیا کہ انجیل کی تعلیم ناقص ہے۔

جنگ ضروریات انسانی میں سے

ہے۔ اور ظلم و تعدی کو روکنے کے لئے جنگ کرنا نتیجہ خواہ فتح ہو یا شکست۔ اخلاق انسانی میں ایک نہایت اعلےٰ مقام رکھتا ہے۔ اب جنگ کے بعد صلح سے جو فیصلہ قوموں کی قسمت کا ہو وہ کب تک قایم رہے یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ انسان آج ایک چیز بناتا ہے کل اسے خود معلوم ہوتا ہے کہ اس نے غلطی کی ہے۔ آج ایک کے ساتھ دوستی گانٹھتا ہے۔ کل کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کا دشمن تھا۔ یہ چیزیں جلد جلد تغیر پذیر ہیں۔ مگر صلح کا اگر کوئی مستقل اور دیرپا اثر نوع انسانی پر رہ سکتا ہے تو وہ

اصول جمہوریت

اصول شوری۔ اصول مساوات نسل انسانی کی فتح ہے۔ کیونکہ یہ فتح دلوں پر ہے۔ مگر کیا یہ سچ نہیں کہ یہ اصول بحیثیت ایک مذہب کے اسلام ہی نے سکھلائے۔ امرھم شوریٰ بینھم حکومت مشورہ کا ہی کام ہے سوائے اسلام کے کس مذہب نے سکھایا۔ انما انا بشر مثلکم جب سید الکونین

فخر النسل انسانی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیسے انسان کے منہ سے یہ کہلوایا جائے کہ میں بھی تمہارے جیسا ہی بشر ہوں۔ حالانکہ بشر اس آفتاب کے سامنے خاک کے ذرات کی طرح ہیں۔ تو جمہوریت کی وہ بنیا د رکھدی گئی جس کو کوئی جابرانہ حکومت دنیا سے ہمیشہ کے لئے نیست و نابود نہیں کرسکی۔ گو ایک وقت اس کے اوپر تاریکی کا پردہ پڑجاتا ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم میں بتادیا کہ

چھوٹے سے چھوٹا انسان بڑے سے بڑے مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے

عرب وعجم گورے کالے آزاد غلام کے فرق کو ایسا مٹایا۔ کہ جس قوم کے لئے ابوبکرؓ عمرؓ فخر ہیں۔ اس میں **ایک حبشی غلام بلال**ؓ کی عزت کسی طرح کم نہیں۔ غرض جو کچھ **قوموں کی قسمت کا فیصلہ** اس جنگ کے نتیجہ میں ہوگا۔ وہ ایک عارضی اور تبدیل ہوتے رہنے والی چیز ہے مگر جو فتح اصولِ جمہوریت اصول مساواتِ نسلِ انسانی۔ اصول شوریٰ کو عطا ہوئی ہے۔ یا یوں کہو کہ جو عظیم الشان فتح اصُولِ اسلامی کو ہوئی وہ ہمیشہ کے لئے ہے غرض

اصُولِ اسلام کی کامیابی کا نظارہ

نظر دوربین اس وقت دیکھ سکتی ہے اصول مذہب میں مسئلہ توحید کو جو غلبہ بت پرستی تثلیث وغیرہ غلط عقاید پر حاصل ہو رہا ہے۔ نیکی بدی کی جزا و سزا کا جو مسئلہ اسلام نے سکھایا تھا جس طرح کفارہ اور دوسرے عقاید کی بیخ کنی کرتا جا رہا ہے۔ اصول سیاست میں جمہوریت جو فتح حاصل کرتی جا رہی ہے۔ اصول تمدن میں جو آج زکوٰۃ اور مسئلہ وراثت میں سوشلزم کی مشکلات کی حل موجود ہے۔ اصُول معاشرت میں جو ضروریاتِ انسانی قوموں کو اسلامی اصول کی طرف لے آنے کے لئے مجبور کر رہی ہیں۔ یہ سب کھلی علامات اس بات کی ہیں۔ کہ **آخری غلبہ دنیا میں اسلام کے لئے مقدر ہے** مگر ضعف کا اس قدر ہجوم ہے۔ کہ اکثر دلوں میں بجائے اس مضبوط ایمان کے کہ اسلام غالب ہوگا۔ ایک کمزوری پیدا ہوگئی ہے **یاد رکھو اسلام کے غلبہ پر ایمان** ہی ہماری کوششوں میں جان ڈال سکتا ہے۔ اور ان کو بارآور کرسکتا ہے یہی ایمان صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں تھا جس نے ان سے اسلام کی جان نثاری کے ناممکن کام کرادیئے۔ اور اسی ایمان کے اس زمانہ میں دوبارہ پیدا ہونے کی ضرورت ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی کامیابی کی حقیقی راہ پر قدم مارنا ضروری ہے۔ اور یہی وہ دو باتیں ہیں۔ جن کی طرف

اس صدی کے مجدد اسلام مسیح موعود

حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے مسلمانوں کو توجہ دلائی +

جب چاروں طرف اسلام پر مصائب کے گھٹا ٹوپ بادل چھائے ہوئے تھے۔ جب کوئی انسان واقعات عالم پر غور کرکے اپنے قیاس سے اس نتیجہ پر نہ پہنچ سکتا تھا۔ کہ دنیا میں آخری کامیابی اسلام کے لئے مقدر ہے۔ بلکہ مسلمانوں کی حالت دن بدن تنزل کی طرف جاتی نظر آتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خوشخبری اسی انسان کے ذریعہ سے ہم تک پہنچائی۔ کہ

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم اُفتاد

یہ وہ زمانہ تھا جب اسلام کی سلطنتیں یکے بعد دیگرے گرتی چلی جاتی تھیں۔ جب مسلمانوں کا اخلاقی تنزل حد درجہ کو پہنچ گیا تھا جب اس قوم کو گرتی ہوئی سلطنتوں کی خطرناک آوازیں بھی خواب غفلت سے بیدار نہ کرتی تھیں۔ جب مسلمان سب کے سب ایک مایوسی کی حالت میں تھے۔ جب غیر مذاہب کے حملوں سے غیر مذاہب کی جدوجہد سے اسلام میں لوگوں کے داخل ہونے کی بجائے اسلام سے لوگ نکل رہے تھے۔ اور مسلمان دوسرے مذاہب کی تردید ایک طرف رہی اپنے مذہب کو غیروں کے حملوں سے بچانے کی طاقت بھی اپنے اندر نہ دیکھتے تھے۔ ان حالات میں یہ روشنی کی چمک ایک قلب پر خدا کی طرف سے پڑی۔ اور یہ زندگی بخش پیغام خدا کی طرف سے ایک دلِ زندہ کو ملا کہ یہ سب ظلمتیں پاش پاش ہو جائیں گی۔ اور انہی بادلوں کے نیچے سے اسلام کا منور آفتاب نمودار ہو کر ساری دنیا میں اپنی روشنی پھیلائیگا۔ یہاں تک کہ وہ مغرب بھی جس نے اس آفتاب کی روشنی کو آجتک قبول نہیں کیا اس کی تیز شعاعوں سے بچ نہ سکیگا۔ اور

اسلام کی صداقت کا آفتاب مغرب سے

نمودار ہوگا۔ پس پہلی وہ بات جو اس شخص کو اس زمانہ میں مسلمانوں کی امیدوں کا مرجع بناتی ہے۔ وہ یہی ہے۔ کہ خود اللہ تعالے نے اپنی بشارت دینے والی آواز اس زمانہ میں سب سے پہلے اسی کے دل پر ڈالی۔ اور یہی وجہ تھی کہ اس کا دل اسلام کی آیندہ کامیابی پر ایمان سے لبریز تھا۔ اور یہی ایمان اس نے اپنے پاس بیٹھنے والوں کے دلوں میں بھی پیدا کر دیا۔ برادران اسلام میں سچ کہتا ہوں۔ کہ یہ ایمان جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ایک قوم کی قوم کے اندر پیدا کر دیا ہے اسی کی سب سے پہلے ضرورت ہے۔ جب تک دل مایوس ہیں۔ جبتک ان کے اندر سے وہی آواز نہیں اٹھتی جو تمام اسباب شکست کے پیدا ہو جانے پر صحابہ کے دلوں سے اٹھتی تھی

ولما رأ المومنون الاحزاب قالوا هذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله

جب تک ان کے دلوں میں وہ ہمت پیدا نہیں ہوتی۔ جو حد درجہ کے زخم رسیدہ ہونے پر بھی اس پاک گروہ کے دلوں میں موجود تھی ؁

اذ قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا و قالوا حسبنا اللہ و نعم الوکیل

اس وقت تک کامیابی کا منہ وہ نہیں دیکھ سکتے۔ اس آواز کو ایک خادم نے اس زمانہ میں زندہ کیا۔ اور اس نے یہ بشارت دیکر اپنی طرف بلایا ہے۔ ہمارے کام کرنے کے لئے سب سے پہلے ہمیں ایسے ندا دینے والے کی ضرورت تھی۔ وہ ندا خدا نے اپنے ایک

مُجدِّد

کے ذریعہ سے دیدی ہے۔ اب اس کو سُن کر اس کی طرف آنا نہ آنا آپ لوگوں کا اختیار ہے دوسری ضرورت جیسا کہ میں نے کہا یہ تھی۔ کہ

اسلام کی کامیابی کی حقیقی راہ

پر ہمارے قدم پڑیں۔ عام طور پر مسلمانوں کے دلوں میں یہ خیالات جاگزین تھے کہ اسلام کی آخری کامیابیاں اس مہدی و مسیح کے ذریعہ سے ہوں گی۔ جن کا غلبہ تلوار سے ہوگا۔ مگر وہی شخص جس کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے ایک بشارت کی آواز ہم تک پہنچائی کہ اسلام ضرور سب دینوں پر غالب ہوگا۔ اسی کے ذریعہ یہ بھی ہم کو بتایا کہ اسلام کی وہ آخری کامیابیاں تلوار کے ذریعہ سے نہیں۔ بلکہ قلم کے ذریعہ سے دلایل و براہین سے مقدر ہیں۔ پادریوں نے اسلام کی پہلی کامیابیوں کو یہ کہکر مشتبہ کرنا چاہا۔ کہ وہ اسلام کی کامیابی نہ تھی۔ بلکہ تلوار کی کامیابی تھی۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ میں یہ دکھانا چاہا ہے کہ اسلام کے اصول کے اندر کامیابی کے بیج مخفی ہیں۔ اور وہ اپنی کامیابی کے لئے کسی تلوار کا محتاج نہیں اس نے پہلے بہتیرے تلوار چلانے والوں کو اپنا غلام بنایا ہے۔ اب اس زمانہ میں جو ایک علمی زمانہ ہے۔ وہ اسلام کو علوم کے ذریعہ سے کامیاب کر کے دکھائیگا۔ اور مسلمانوں کے فاتحین کو اسلام کی حلقہ بگوشی میں داخل کر کے یہ دکھا دیگا۔ کہ اسلام کا غلبہ فتوحات ملکی سے نہ ہوا تھا۔ کیونکہ وہ اب بھی دلوں کو اسی طرح فتح کرتا جا رہا ہے۔ بلکہ

فتوحات ملکی درحقیقت اصول اسلام کی صداقت کا نتیجہ تھیں

جس طرح اب اصول اسلامی کی فتوحات ان کی صداقت کا نتیجہ ہیں۔ ہاں چونکہ وہ پہلا زمانہ ایک

ایسا زمانہ تھا۔ کہ اس وقت اگر اسلام کی بادشاہت قایم نہ ہوتی۔ تو دین اسلام کے پھیلانے میں خطرناک رکاوٹیں تھیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے

اپنی حکمت بالغہ سے

ان رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے فوراً سلطنت اسلام کو قایم کر دیا۔ اور اب جب اس نے ان رکاوٹوں کو ایک بڑی حد تک اپنے فضل سے یوں ہی دور کر دیا ہے تو اب اسلام کے اقتدار ملکی کے کم ہو جانے سے اسلام کو کوئی حقیقی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اگر واقعات عالم پر غور کیا جائے تو خود اس خیال کا بطلان نظر آتا ہے۔ جو ایک مدت تک غلطی سے مسلمانوں کے دلوں میں جاگزین رہا ہے کہ اسلام کا آخری غلبہ تلوار کے ذریعہ سے ہوگا۔ گذشتہ سو سال میں جہاں جہاں مسلمانوں نے تلوار اٹھائی ہے ان کے قدم پیچھے ہٹے ہیں لیکن جہاں

اسلام کی تبلیغ

کے لئے تھوڑی سی بھی کوشش کی ہے اس کا ثمرہ امید سے بڑھ کر پایا ہے۔ اگر ایک طرف افریقہ میں اسلام کے بڑھتے ہوئے قدم نے عیسائی دنیا کو حیران کیا ہے تو دوسری خود یورپ میں ایک تھوڑی سی کوشش وہم وگمان سے بڑھ کر پھل لائی ہے۔ اور یہ وہ حقیقت ہے جس پر اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ کے **مجدد** کو مطلع فرمایا۔ اور پرانے خیالات کو اس کے ذریعہ سے دلوں سے نکال کر اسلام کی کامیابی کی صحیح راہ پر لگایا پس ان برادران اسلام سے جو اسلام کے لئے اپنے سینے میں کچھ درد رکھتے ہیں میری یہ **درخواست** ہے کہ وہ ان واقعات پر غور کریں۔ اور ان اسباب کو جو اسلام کی کامیابی کے لئے اللہ تعالےٰ پیدا کرتا ہے تحقیر کی نظر سے نہ دیکھیں مجدد ہر صدی کے سر پر آتے رہے ہے۔ اب جب کہ اسلام کی مصائب وبیکسی کی انتہا ہوگئی یہ ممکن نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اس وعدہ کو پورا نہ کرتا۔ وہ آواز آئی۔ جو بشارت اس نے ہمیں دی اس کے آثار بھی ہمیں نظر آتے ہیں پھر بھی اس کی طرف توجہ نہ کرنا محبت اسلام کے دعوے کے منافی ہے۔ ایک عظیم الشان کام کرنے میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر رک جانا اور ان پر غالب آنیکی کوشش نہ کرنا حد درجہ کی بدقسمتی ہے۔ آخر اس ندا دینے والے کے ساتھ ہو جانے سے کچھ بگڑتا تو نہیں۔ وہ اسلام سے الگ نہیں کرتا۔ کوئی نیا مذہب نہیں لایا۔ قرآن وحدیث اس کا مسلک ہے۔ اور اسلام کی خدمت کے لئے بلاتا ہے۔ اور اس راہ پر لگاتا ہے جس پر آج سب دل بھی شہادت دے اٹھے ہیں

کہ وہی کامیابی کی سچی راہ ہے جسپر چل کر کامیابی کی جھلک بھی نظر آرہی ہے۔ موہوم باتوں پر خواب غفلت میں پڑے رہنا اور ہاتھ پاؤں نہ ہلانا شیوۂ دانشمندی نہیں۔

برادران اسلام!

لَا تَيْئَسُوا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَيْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اللہ کی رحمت سے کافر مایوس ہوا کرتے ہیں۔ تھوڑی سی ہمت کرو۔ کچھ قدم آگے اٹھاؤ۔ کچھ غور و فکر سے کام لو۔ اور دیکھ لو کہ اللہ تعالےٰ ان کوششوں میں کیا برکات ڈالتا ہے

حضرت مرزا صاحب نے جماعت اسلام میں ایک اور فرقہ بڑھانے کیلئے نہیں بڑھائی۔ بلکہ اس لئے کہ بغیر جماعت خدمت اسلام کا وہ عظیم الشان کام نہیں ہوسکتا تھا۔ جو آپ کے سپرد کیا گیا تھا۔

آؤ

اور تجربہ کر کے ہی دیکھ لو کہ اس کے ساتھ ہونے میں اسلام کو کیا فایدہ پہنچ سکتا ہے۔ بہرحال غور کرو تحقیق کرو اور اس آواز کو تحقیر کی نظر سے نہ دیکھو۔ یہ **ہماری بھلائی کے لئے ایک آواز ہے**۔ اس کے گرد جمع ہو کر ہم خدمت اسلام کے ایک عظیم الشان کام میں لگ سکتے ہیں۔ اسلام کے مزدور بننا بڑے فخر کا مقام ہے خواہ کام لینے والا کوئی ہو۔ پھر جب خدا تعالیٰ اپنی طرف سے ایک شخص کو کام لینے کیلئے کھڑا کر دے تو انتظار کیا ہے

اسلام کے مزدور

وہ لوگ بنے جن کے ناموں پر ہم آج فدا ہوتے ہیں۔ پھر اس پاک گروہ میں شامل ہونے سے گھبراہٹ کیوں ہے؟ کوئی عزت اس عزت سے بڑھ کر نہیں جو اسلام کی خدمت سے حاصل ہوسکتی ہے۔ میں درد دل کے ساتھ اس آواز کی طرف اور ان واقعات کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو اس آواز کی صداقت پر شہادت دے رہے ہیں۔ یہ واقعات کی شہادت اسکے صدق پر اللہ تعالےٰ کی گواہی ہے۔ دنیا میں تو میں اپنے اپنے نصب العین کو ترقی دینے کی سرتوڑ کوششیں کر رہی ہیں۔ ہمارا نصب العین

دین اسلام کا کل دینوں پر غلبہ

ہونا چاہئے۔ اور اسی کے لئے ہمیں سرتوڑ کوششوں میں لگ جانا چاہئے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اسلام سے محبت رکھنے والے میری اس درخواست کو بے توجہی کی نگاہ سے نہ دیکھینگے*

واٰخر دعوینا ان الحمد للہ رب العلمین۔ والسلام

خاکسار محمد علی احمدیہ بلڈنگس لاہور (۲۲ دسمبر ۱۹۱۸ء)

مروارید نایاب

تین کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں

یہ بہ سہ کتب مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری ہیں جو تین خاص مضامین پر نایاب اور بے مثل کتابیں ہیں جو بہ تفصیل ذیل درج ہیں آپ کے مطالعہ کے قابل ہیں ۔

براہین نیرہ حصہ اول (معروف بہ زندہ و کامل الہام) قیمت ۱۲/

اس میں دکھایا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں اس ضمن میں مصنف نے ایک محققانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر بھی منطقی بحث کی گئی ہے ۔

ام الالسنہ (معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان) قیمت ۱۲/

یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے اپنی نوع کی پہلی کتاب اردو و انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اسی سے نکلی ہیں اور ابتدا میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی الاصل تھے یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے ۔

اسوۂ حسنہ (معروف بہ زندہ و کامل نبی)

قیمت ۸/ اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے ۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے ۔ اس کو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا ۔ کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں ۔ اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو آپ کی ذات پاک ہی ہے ۔

نوٹ ۔ محصولڈاک بذمہ خریدار ہوگا ۔

خطبات غربیہ

فی خطبہ ۳/ اردو محصولڈاک بذمہ خریدار ۔

خطبات چھپ کر تیار ہیں ۔ کاغذ کی قلت کی وجہ سے بہت ہی قلیل تعداد میں چھپوائے گئے ہیں ۔ جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہے ہیں ۔ احباب فرمائش میں عجلت سے کام لیں ورنہ بعد میں مایوس ہونا پڑیگا ۔

مصنفہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ۔ ایل ایل ۔ بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مسجد ووکنگ انگلینڈ

یہ وہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنے قیام لندن میں نا آشنایان اسلام کو اسلام سے معرفت کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرنے کیلئے انگلستان فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر خطبے لیکچر اور تقریر کی شکل میں دئیے اس کے پڑھنے سے ہر ایک شخص صرف اسلام کی خوبیوں اور اسکے اصولوں سے ہی واقف ہو جاتا ہے ۔ بلکہ دیگر مذاہب کے مقابل اسے اسلام کی فضیلت کا قائل ہونا پڑتا ہے ان خطبوں میں سے یہ خطبات ہم نے بعض احباب کی بار بار کی فرمائش اردو میں ترجمہ کرائے ہیں ۔ ان خطبات کے مضامین کے لحاظ سے انہیں چھ جلدوں میں حسب ذیل ترتیب دیا ہے :۔

(۱) سلسلہ خطبات غربیہ موسوم بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات

(۲) " " ۲ " توحید ۔ دعا ۔ تصوف ۔

(۳) " " ۳ " خطبات عیدین ۔

(۴) " " ۴ " دہریوں اور ملحدین کو خطاب

(۵) " " ۵ " اسلام اور دیگر مذاہب

(۶) " " ۶ " حقوق نسواں

نوٹ ۔ چھ خطبات کے مکمل سٹ کے

خریدار سے عہ/ مجلد فی جلد ۶/ ۔

المشتہر خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل نولکھا لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

اسلامک ریویو مجریہ لندن

قیمت سالانہ ۷ ساٹ روپے

اس کا اُردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام قیمت سالانہ تین روپے

ایڈیٹرز خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی

مسلم پبلک میں اسلامک ریویو کسی معرفت کرانے کا محتاج نہیں صرف ہم برادران اسلام کو یہ اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ اس وقت اسی کے منافع پر انگلستان میں اسلامی مشن کے اخراجات بہت حد تک چل رہے ہیں اس کا ہر ایک خریدار اب گویا بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا خود متکفل ہو جاتا ہے۔ اگر برادران ملت کوشش کر کے انگریزی رسالہ کے پانچہزار اور اُردو کے دس ہزار خریدار پیدا کر دیں تو ان کا منافع ہمارے ووکنگ کے اسلامی مشن کا کفیل ہو سکتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ انگریزی رسالہ کئی ہزار تک بلاد غربیہ میں مفت تقسیم ہو اگر کوئی تبلیغ اسلام کا شیدائی ہمیں پانچ روپے سالانہ بھیجدے تو ہم اُن کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت تقسیم کر دینگے۔ کیا ملت بیضا کی اشاعت کے عاشق چند ہزار بھی ہندوستان میں ایسے نہیں؟

دوستو اُٹھو! جاگو!! وقت کو غنیمت سمجھو!!! اسلامک ریویو ہی ایک کامیاب ذریعہ اشاعت اسلام کا ثابت ہوا ہے اور بفضلہ تعالےٰ اس نے اپنی عزت کو یورپ میں نہایت آب و تاب سے قائم کیا ہے اسکو مضبوط کرنے کی کوشش کرو۔ اور اللہ تعالےٰ سے اجر جزیل پاؤ۔ والسلام

نوٹ۔ ہر دو کا نمونہ ۲ کے ٹکٹ آنے پر مفت ارسال خدمت کیا جائیگا۔ کل درخواستہائے خریداری تبدیل پتہ آنی چاہئیں

لمعات انوار محمدیہ

رسول کریم صلعم کے پاک حالات آپکے خلق عظیم کا آئینہ حسن معاشرت کا فوٹو علمی ادبی تمدنی اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع جسمیں جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے۔ بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء جناب مارمیڈیوک پکتھال و جناب ایس۔ ایچ لیڈر مصنف ڈیزرٹ و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہیں اور آنحضرت صلعم کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے۔ قیمت ۶ر مجلد ۱ر

المشتہر خواجہ عبد الغنی مینجر اشاعت اسلام عزیز منزل۔ لاہور

سالانہ اسلامک ریویو کے اُردو ایڈیشن حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبد الغنی مینجر اشاعت اسلام برانڈرتھ روڈ لاہور نے شائع کیا